

# جلد نمبر 21 شماره نمبر 11

## شماره نومبر 09ء ذیقعد ۱۴۳۰ھ

حسن ترتیب

‘حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

پروفیسر محمد اکرم رضا مجددی 4

نعت بحضور سرور کائنات ﷺ

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری 5

فکر و نظر

خطیب الاسلام صاحبزادہ فیض الحسن علیہ الرحمہ 6

(کیری لو گر بل۔۔۔ (اظہار ہمدردی یا طوق غلامی؟؟؟)۔۔۔ (اداریہ

علامہ رب نواز خاں اجمیری 7

(غیر اللہ کی طرف منسوب اشیاء کی شرعی حیثیت۔۔۔ (دعوت قرآن

حضرت ابوالبیان علیہ الرحمہ 11

(کدو شریف۔۔۔ (دعوت حدیث

علامہ محمد رمضان مجددی 19

(قلب سلیم۔۔۔ باعث مغفرت ہے۔۔۔ (البینات

سراج العارفین حضرت ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی علیہ الرحمہ 24

قرآن اور انسان

حضرت ابوالبیان علیہ الرحمہ کا ایمان افروز خطاب 36

قیوم چہارم حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی قدس سرہ العزیز

از افادات: حضرت ابوالبلیان علیہ الرحمہ 52

قطب الاولیاء حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

از افادات: حضرت ابوالبلیان علیہ الرحمہ 56

سالانہ عرس پاک حضرت خواجہ سید چمن شاہ نوری دائم الحضور

لمحہ بہ لمحہ رپورٹ)۔۔۔ علامہ محمد یاسین مجددی (61)

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

اے خالقِ دو عالم تو نور آگئی ہے

ہر صاحبِ یقین کے دل کی تو روشنی ہے

دل کا قرار تو ہے جانِ بہار تو ہے

ہر اک گدا کو تجھ سے خیرات مل رہی ہے

تیرا پتہ بتایا رہ پر تری چلایا

تیرا حبیب ہے جو، وہ تو مرانہی ہے

دیکھا نہیں ہے تجھ کو پھر بھی تری یقین ہے

ہر ایک حکم تیرا پیغامِ راستی ہے

عقل و خرد کی حد امکان سے وراء ہے

خوش بخت ہے وہ جس کی تجھ سے ہی لو لگی ہے

افکار جب ہوں بوجھل احساس لرزاں لرزاں

ایسے میں نام تیرا احساس تازگی ہے

تو ہے رضا کے دل میں ہر سوچ کے نگر میں

تیرا ہی ذکرِ عالی اعزازِ شاعری ہے

ز ز ز ز ز

علامہ پروفیسر محمد اکرم رضا مجددی

نعت بحضور سرور کائنات ﷺ  
 بن گیا بگڑا مقدر سبز گنبد دیکھ کر  
 ہو گیا ہے بخت یاور سبز گنبد دیکھ کر  
 اللہ اللہ یہ سعادت بھی مری قسمت میں تھی  
 روشنی ایمان کی کچھ اور ہو جاتی ہے تیز  
 عاصیوں کا اور بڑھ جاتا ہے بخشش کا یقین  
 خوش نصیبی سے پہنچ جائے جو ان کے شہر میں  
 آرزو جنت کی بے شک تھی دل مشتاق میں  
 یا الہی ایک لمحہ بھی نہ ہو مجھ کو نصیب  
 ایک ہی ارمان ہے، ہو جائے پورا اے خدا  
 دو کریموں کے لئے دشوار ہے کیا یہ کرم  
 پیش کی تھی نعت سرور سبز گنبد دیکھ کر  
 نور کا پیکر، مٹھس سبز گنبد دیکھ کر  
 ان کی چوکھٹ پہ پہنچ کر سبز گنبد دیکھ کر  
 واپسی کا سوچے کیونکر سبز گنبد دیکھ کر  
 اب کہاں ہے، روح پرور سبز گنبد دیکھ کر  
 ان کے کوچے سے نکل کر سبز گنبد دیکھ کر  
 جان آجائے لبوں پر سبز گنبد دیکھ کر  
 نعت لکھوں زندگی بھر سبز گنبد دیکھ کر  
 کی دعا طارق بہ چشم ترکہ آؤں بار بار  
 خوب تر، بہتر، حسین تر سبز گنبد دیکھ کر  
 ززززز

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

فکر و نظر

نبی کی ذات پر اعتماد کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ اسے معصوم مطلق مانا جائے۔ اس کے قول و فعل اور علم و عمل کی سچائی اور درستی پر کامل یقین ہو۔ نبی پر اس نوع کے کامل یقین کو ایمان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

نبی کی عصمت کا مفہوم یہ ہے کہ نبی گناہ پر قادر ہونے کے باوجود گناہ سے اجتناب کا ملکہ اور مہارت رکھتا ہے۔۔۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ فطرت سلیم کی بنا پر گناہ کی رغبت اور اس کے تصور سے بھی منزہ ہوتا ہے۔۔۔ اس کا علم قطعاً صحیح۔۔۔ اس کے پیش کردہ حقائق قطعاً درست۔۔۔ اور اس کا ہر فیصلہ سراپا حق ہوتا ہے، نہ صرف یہ بلکہ اس میں کسی بھی غلطی کا گمان نہیں ہوتا۔ نظام کائنات کے اصول و قوانین چاہے بدل جائیں لیکن علم نبوت کی صحت میں فرق نہیں آسکتا۔۔۔ اس کا ذات حق سے ہر وقت ایسا قوی اور قریبی رابطہ ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت بلا استثناء مؤید بہ قدرت ہوتا ہے۔۔۔ اس کے تمام اعمال بھی اس کے علم ہی کی طرح بے خطا اور درست ہوتے ہیں۔۔۔ وہ خدا کی مرضی کا ترجمان اور اس کی رضا کا مظہر ہوتا ہے۔ نبی، قوانین کی تقویم اور شریعت کی تشکیل پر مامور ہوتا ہے۔ اگر نبوت کی حقیقت سے عصمت کو الگ کر لیا جائے تو نبی کے لائے ہوئے دین کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی اور نہ ہی دین کا کوئی مفہوم قابل تسلیم رہ جاتا ہے۔۔۔ اس کی فطرت ہی حق و باطل کا معیار ہوتی ہے۔ انزلنا معہم الکتاب والمیزانیہ میز ان نبی کی وہ فطرت صالح ہے جو خیر و شر کی معیار ہوتی ہے۔ جب حق اور مزاج نبوت مترادف ہوتے ہیں اور حق و صداقت مجسم بن کر سامنے آتے ہیں تو پیکر نبوت بن جاتے ہیں۔۔۔ من رانی فقدراء الحق کا (اعلان اس کا واضح ثبوت ہے۔) (ماخوذ از مقالات خطیب الاسلام ص ۵۸)

۴

خطیب الاسلام، قائد تحریک ختم نبوت، قافلہ سالار تحریک حریت،  
حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن قدس سرہ الاحسن  
وارث مسند آلو مہار شریف و سابق صدر جمعیت العلماء پاکستان

اداریہ

کیری لو گر بل

اظہارِ ہمدردی۔۔۔ یا۔۔۔ طوق غلامی؟؟؟

علامہ رب نواز خاں اجمیری

گر لکھوں احوال اپنے نامہ پر شور کا

لوں صریح خامہ سے میں کام بانگِ صور کا

صدر مملکت پاکستان کی معمول کی امریکی یا تراکے بعد شادیانے بجائے جارہے ہیں۔۔۔ ڈھول پیٹا جا رہا ہے اور جشن منایا جا رہا ہے کہ کیری لوگر بل امریکی سینٹ میں پاس ہو گیا ہے اور اس سے بھکاریوں کو ڈیڑھ ارب ڈالر کی سالانہ امداد ملے گی۔ کئی وزیروں اور سفیروں کے خوشی سے پھولنے سے پتلونیں چرگئی ہوں گی اور کئی لوگوں کے کوٹ پھٹ گئے ہونگے مگر یہ کن لوگوں کی خوشی ہو سکتی ہے، اسکا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں کیونکہ کیری لوگر بل میں پاکستان کی خود مختاری کا سودا ہو رہا ہے۔ یہ کیسے حکمران ہیں جو پاکستان کو امریکہ کے قبضے میں دے رہے ہیں۔۔۔ پاکستان کی فوج۔۔۔ پاکستان کی عدلیہ۔۔۔ پاکستان کا ایٹمی پروگرام۔۔۔ پاکستان کی پارلیمنٹ۔۔۔ اور پاکستان کی حکومت امریکہ کے کنٹرول میں چلی جا رہی ہے۔ ایسے جیسے اسے پٹہ پر دے دیا گیا ہو یا اسے فروخت کر دیا گیا ہو یا یہ ایسی زمین ہے جس کا قبضہ دے دیا گیا ہو۔ اس سے قطع نظر کہ ہماری فوج کے جنرل، حکمران بننے کے خواہشمند ہوتے ہیں اور حکومتوں کو گرانے کی حرکتیں کرتے رہتے ہیں مگر کیا موجودہ حکومت کو یہ اختیار دیا جاسکتا ہے کہ وہ فوج کو امریکہ کی کمانڈ میں دیدے۔۔۔ اور وہ بھی یہاں تک کہ وہ پاکستانی افواج کی ترقی پر اثر انداز ہو۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بل کسی بھی محب وطن پاکستانی کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔

امریکی کیری لوگر بل میں قومی سلامتی کے خلاف شقوق پر فوجی قیادت کو تشویش ہے۔ ہالینڈ کے سفارت خانے کے اہلکار اسلحہ لے کر اسلام آباد کی شاہراہوں پر دندناتے پھر رہے ہیں اور وزیراعظم گیلانی صاحب کا ارشاد ہے کہ کیری لوگر بل پر منفی بحث سے امریکی امداد معطل ہو سکتی ہے۔ تعجب ہے ایسی امریکی امداد پر جس سے عوام کے گلے میں غلامی کا طوق پہنا کر ایسٹ انڈیا کمپنی کی یادیں تازہ کی جا رہی ہوں۔ بقول چودھری ثار۔۔۔ حکمرانوں کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

پوری قوم کی طرح ہماری بھی یہی گزارش ہے کہ اس بل کو یکسر مسترد کر دیا جائے اور امریکیوں پر واضح کر دیا جائے کہ اب ہم آپ کے ساتھ نہیں۔ ہم یہ بھی عرض کریں گے کہ پارلیمنٹ کے ممبران اب خدا کا خوف کریں، اس ملک کو بچانے کیلئے اپنا تار بخی کر دار ادا کریں اور اس حکومت اور اس صدر کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس کریں اور جو لوگ اس بل کی تیاری میں شامل رہے ہوں انہیں نکال دیا جائے یا گرفتار کر لیا جائے۔

پاکستان کے بارے میں امریکہ کی شتابی دیدنی ہے۔ اس کا بس نہیں چل رہا کہ وہ اس کو رس گلے کی طرح نگل لے۔ اسلام آباد کے خیمہ میں (امریکی اونٹ نے گردن ڈال دی ہے۔۔۔ اب اپنا باقی دھڑوہ کتنی مدت میں خیمہ کے اندر داخل کرتا ہے، یہ دیکھنا باقی ہے۔) خاکم بدہن مملکت خدا داد پاکستان غریب تو نہ تھا مگر اس کی حکومتوں کے اللوں تللوں نے اسے بھکاری بنا دیا ہے۔ جب بھی کوئی حکمران بیرون ملک دورے پر جاتا ہے تو پاکستان کا بچہ بچہ یہی کہنے لگتا ہے کہ وہ کشکول گدائی لے کر باہر گیا ہے۔ کیری لوگر بل کے تحت مشروط امریکی امداد نے ہر حساس پاکستانی کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے اور اسے پاکستان کے بارے میں امریکی ایجنڈا کھل کر سمجھ آنے لگا ہے۔ ان امریکی ڈالروں کی امداد کی ایک شرط بلکہ بڑی خوفناک شرط یہ ہے کہ کسی بھی شہری تک رسائی میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ جس کے نتیجے میں اب کوئٹہ، مرید کے

اور جنوبی پنجاب کی جانب بھی امریکیوں کی بھنھناٹ سنائی دے رہی ہے۔ ملک میں لوڈ شیڈنگ اور بجلی کے نرخوں میں اضافہ بھی کیری لوگر بل کی شرائط کا حصہ معلوم ہوتا ہے تاکہ بجلی نہ ہونے سے صنعتوں کا پھیلاؤ جام ہو جائے اور لوگ مزید مفلوک الحال ہو جائیں۔۔۔ کیونکہ لوگ جتنے زیادہ غریب اور تھکے ماندے ہوں گے تو وہ کسی احتجاج کے قابل نہ رہیں گے۔

بلیک وائر اور امریکی سفارت خانے کی اسلام آباد میں توسیع اور قیمتی زرعی اراضی کی لیز پر

الائمنٹ ہماری بے بسی کی گواہی دے رہی ہے اور حکمران ہیں کہ وعدہ خلافیوں کی سچڑیاں بنانے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ بجلی گیس کی کمیابی کے بعد عوام کو پانی کے بحرانوں سے نبرد آزما ہونے کا مژدہ سنا رہے ہیں۔ ہم حاکمان جفا کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی خوابوں کی دنیا سے باہر نکلیں۔۔۔ سراب کو شفاف پانی کا دریانہ سمجھیں۔۔۔ اور اپنی بصیرت و بصارت کا قبلہ درست کریں۔

یاد رہے کہ خواب، تعبیریں عام کرنے کیلئے نہیں ہوتے۔ خواب تعبیر کی راہ دیکھنے کیلئے ہوتے ہیں۔ اس لئے تعبیر کا رستہ دیکھو کیونکہ تعبیریں اٹل ہوتی ہیں۔ پاکستان بھی ایک خواب تھا مگر اس کی تعبیر اٹل تھی جو قیام پاکستان کی صورت میں دنیا کے نقشہ پر معرض وجود میں آگئی۔ کشمیر کی آزادی بھی ایک خواب بنا دی گئی ہے لہذا اب اس کی تعبیر بھی اٹل کر دی گئی ہے۔ ان شاء اللہ کشمیر آزاد ہو کے رہے گا اور کشمیر کے بدخواہ رسوا اور روسیہ ہو کے رہیں گے۔

ہوائیں زور کتنا ہی لگائیں آندھیاں بن کر

مگر جو گھر کے آتا ہے وہ بادل چھا ہی جاتا ہے

جس میں ڈرون حملوں سے Waiting For Allah پاکستان سے قدرے واقف صحافی (کرٹینا لیمب) نے پاکستان پر ایک کتاب لکھی ہے بھی آگے بڑھنے کا پیغام دے دیا گیا ہے کہ پاکستان کی اٹلی جنس ایجنسیاں اب طالبان کو کراچی بھیج رہی ہیں یعنی کوئٹہ کے بعد امریکہ کا نشانہ کراچی ہو گا۔ یوں پورا پاکستان امریکی حملوں کی زد میں آتا رہے گا اور وہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں اپنی پاکٹ بنا چکا ہے اور بلوچستان میں شورش کراچکا ہے۔ کراچی میں لا قانونیت کس کے علم میں نہیں؟۔۔۔ سرحد مسلسل حالت جنگ میں ہے۔۔۔ پاکستانی فوج کے خلاف خود سیاست دان کمر بستہ ہیں۔۔۔ پنجاب میں لا قانونیت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔۔۔ امریکی منصوبوں کی تکمیل میں بلیک وائر اور انٹر لنک جیسی کئی تنظیمیں سرگرم عمل ہیں جو امریکی عزائم کی تکمیل کر رہی ہیں۔ محب وطن عناصر یا جو امریکی عزائم کی راہ میں حائل ہوں، مر رہے ہیں۔۔۔ کہیں عیسائیوں پر حملہ ہو رہے ہیں تو کہیں کوئی اور مصنوعی مسئلہ کھڑا کیا جا رہا ہے۔ کئی محب وطن وہ بھی ہیں جنہیں حکمرانی کا شوق ہے، وہ ٹھاٹھ سے چلنے کا مزالوٹ رہے ہیں اور پاکستان پر امریکہ جدید انداز سے حملہ آور ہے۔

کابل اور بغداد میں امریکیوں کو کھل کھیلنے کے لئے اپنے اڈے قائم کرنے، فوجیں تعینات کرنے اور جاسوس داخل کرنے کی اس لئے آزادی ہے کہ افغانستان اور عراق امریکہ کی مقبوضہ ریاستیں ہیں۔ امریکہ اور نیٹو فورسز ان دونوں ممالک کی آزادی اور خود مختاری سلب کر چکی ہیں لیکن پاکستان اب تک خدا نخواستہ نہ تو امریکہ کی کسی فوجی جارحیت کا نشانہ بنا ہے اور نہ اس نے امریکہ کو اپنی حفاظت یا کسی دوسرے مقصد کے

لئے اپنے فوجی تعینات کرنے کی کوئی درخواست کی ہے۔ اس کے باوجود اسلام آباد اور پشاور میں بدنام زمانہ بلیک وائر تنظیم کی خلاف قانون سرگرمیاں۔۔۔ سفارت خانے کے نام پر فوجی چھاؤنی کی تعمیر۔۔۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی رہائش گاہ اور دیگر حساس تنصیبات کے قریب عمارات حاصل کرنے کی امریکی کوشش۔۔۔ پشاور کے ایک ہوٹل کو خریدنے کی خواہش۔۔۔ اور ملک کے مختلف ہوائی اڈوں کو استعمال کرنے کی حکمت عملی سے پوری قوم تشویش میں مبتلا ہے اور اسے پاکستان کے خلاف بھارت کی ممکنہ جارحیت اور شیطانی اتحاد ثلاثہ کی مذموم سازشوں کے نتیجے میں پاکستان کے عدم استحکام سے دوچار ہونے کی صورت میں حساس قومی اثاثوں پر کنٹرول، امریکی عزائم کا آئینہ دار قرار دیتی ہے تاکہ پاکستان اپنے دفاع کیلئے ایٹمی اور میزائل صلاحیت استعمال نہ کر سکے۔

اے حاکمانِ وقت! اگر ہم کوئی قوم ہیں تو امریکہ کو بلوچستان پر ڈرون حملے نہ کرنے دیں۔ انواہیں تو یہ بھی گردش کر رہی ہیں کہ کوئٹہ کے بعد مرید کے (پنجاب) بھی امریکہ کے ڈرون حملوں کا ہدف ہو گا۔

حکمرانوں میں اگر قومی غیرت ہے تو کیری لوگر بل مسترد کر دیں۔ یہ حکومت یا موجودہ پارلیمنٹ ہمارے ملک کی حفاظت نہیں کر سکتی۔۔۔ اگر کر سکتی ہے تو کر کے دکھائے ورنہ تو کچھ نہیں بچے گا۔ عوام اس کیلئے تاحال تیار نہیں۔ جس کی بناء پر پاکستانی قوم کے صبر کا پیمانہ چھلک رہا ہے اور ضبط کا پانی حوصلوں کے کناروں سے باہر آنے کے لئے اضطراب میں ہے۔ عوامی بے چینی کی حالت، انقلاب کی جانب بڑھ رہی ہے لکھا ہوا ہو کہ ہم تکلیف کے لئے Diveration۔ اب کوئی قیادت تو آگے بڑھ کر جمہوریت کی راہ پر ایک بورڈ آویزاں کرے جس پر! معذرت خواہ ہیں۔ یاد رکھو

جو دانہ پھینک جاتا ہے چمن کے گوشے گوشے میں  
چمن والو! وہ ان داتا نہیں صیاد ہوتا ہے

دعوت قرآن

غیر اللہ کی طرف

منسوب اشیاء کی شرعی حیثیت

سورة المائدہ کا اجمالی تعارف

قسط اول درس: حضرت ابوالبیان علیہ الرحمہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذُنُ ابِغْضُوا إِلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمُ إِنَّ اللَّهَ يُحْكُمُ مَا يَرِيدُ) (المائدہ: ۱)

صدق اللہ العظیم

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے وعدے پورے کرو۔ تمہارے لئے ہر قسم کے چوپائے حلال کر دیئے گئے ہیں سوائے ان کے جن کا حکم تم پر آئندہ تلاوت کیا جائے گا۔ لیکن تم حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے، حکم دیتا ہے۔  
تشریح و توضیح

سورۃ المائدہ نزول کے اعتبار سے قرآن پاک کی آخری سورت ہے جس میں ایک سو بیس آیتیں، سولہ رکوع اور بارہ ہزار چار سو چونسٹھ حروف ہیں۔ اگرچہ یہ سورۃ مختلف موضوعات اور مضامین پر مشتمل ہے تاہم اس وقت اس کا صرف اجمالی خاکہ اور چند نمایاں مضامین نذر قارئین ہیں۔

### زمانہ نزول

اسکی ابتدائی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی اور اس کی بعض آیات حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تھیں۔ جیسا کہ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوة میں نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع کیلئے مکہ مکرمہ کی طرف حالت سفر میں تھے کہ سورۃ المائدہ کی آیتیں نازل ہونا شروع ہو گئیں اور اس کے ثقل سے آپ کی اونٹنی کا شانہ ٹوٹ گیا۔ ثابت ہوا کہ حدیبیہ سے واپسی کے بعد سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یعنی 7 ہجری سے لے کر 10 ہجری تک سورۃ المائدہ کا (زمانہ نزول ہے۔) (در المنثور ۲/۲۵۲)

سورۃ المائدہ مدنی ہے یعنی ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ اس سورت کی ابتداء میں حج و عمرہ کے آداب اور احکام بیان کیے گئے ہیں کیونکہ 6 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (1400) چودہ سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کیلئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے مگر قریش مکہ کی مزاحمت کی بناء پر عمرہ ادا نہ کر سکے۔ ا۔

پھر اگلے سال 7 ہجری کو مسلمانوں نے عمرۃ القضاء ادا کیا اور 9 ہجری کو مسلمان فرضیت حج کے بعد پہلی بار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حج کیلئے روانہ ہوئے۔ اس لئے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو عمرہ اور حج کے آداب اور احکام بتائے جاتے۔

ان احکام کا ایک ظاہری سبب کچھ یوں بنا کہ جب مسلمان 6 ہجری میں احرام باندھ کر عمرہ کی ادائیگی کیلئے روانہ ہوئے تو قریش مکہ نے انہیں مکہ مکرمہ میں داخلے سے روک دیا۔ یہ بین الاقوامی معاہدے کی سراسر خلاف ورزی تھی جس سے صحابہ کرام کے ارمانوں کو کچل دیا گیا اور بیت اللہ شریف، کے طواف و زیارت کے شوق کو ٹھیس پہنچائی گئی تو صحابہ کرام بڑے دلبرداشتہ ہوئے اور غصے سے تلملا اٹھے مگر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کی بناء پر خاموش ہو گئے۔ دل میں رنج ضرور رہا کہ ہم نے ساری وضاحتیں کیں اور انکے تمام شکوک و شبہات دور کیے پھر بھی ہمیں اس سال عمرے سے روک دیا گیا۔ چونکہ کافروں کے بہت سے قبائل مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں سے گذر کر حج کیلئے مکہ مکرمہ جاتے تھے، اسلئے یہ ہو سکتا تھا کہ جس طرح کافروں نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے اور زیارت بیت اللہ سے روک دیا تھا، کہیں مسلمان بھی کافروں کو زیارت حرم سے نہ روک دیں۔ ان کو اس معاملہ میں بھی ہدایات دینا مقصود تھیں اور حرم کعبہ کے آداب کا لحاظ رکھنا بھی



ضروری تھا اس لئے یہ احکام نازل فرمائے گئے۔

(۱) صحیح بخاری رقم الحدیث: ۳/۲۶۹۹

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں دو مقامات پر ماندہ کا بیان ہے۔ ماندہ کا معنی ہے دسترخوان، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں آپ کی قوم کیلئے آسمان سے کھانا اتر ا تھا۔ چونکہ جو خوانِ نعمت انکے لئے نازل ہوا اور اس کو ماندہ کہا گیا اور اس واقعے کا ذکر اس سورۃ میں فرمایا گیا۔۔۔ اسی نسبت سے پوری سورۃ کا نام ماندہ رکھ دیا گیا۔ یہ سورت چونکہ قرآن پاک کی نازل ہونے والی سورتوں میں سے آخری سورۃ ہے اور اسی سورۃ کے اندر وہ آیت ہے جس میں دین کی تکمیل اور نعمتوں کے تمام ہونے کی بشارت سنائی گئی ہے اس لحاظ سے حرام اور حلال اشیاء کے بیان میں یہ سورۃ قطعی حیثیت رکھتی ہے۔ مسلمانوں کیلئے جو چیزیں حلال ہیں اور جو چیزیں حرام ہیں ان کا بیان کرنے میں یہ سورۃ حرف آخر ہے۔ لہذا حلت اور حرمت کی تفصیلات معلوم کرنے کیلئے ہمیں اس سورۃ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

ایفائے عہد

اس سورۃ کی ابتداء میں مسلمانوں کی اخلاقی حالت بہتر بنانے پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰٰھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اے ایمان والو! اپنے وعدے پورے کرو۔ ”عہد کی پابندی کرو۔ یہاں سب سے پہلے وعدہ اور معاہدہ کر کے اس کو پورا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ مفسرین کرام نے یہاں بہت سے اقوال نقل فرمائے ہیں کہ کن وعدوں کو پورا کرنے کا یہاں حکم دیا گیا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اور یہاں ہر قسم کے وعدے مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو! اپنے وعدے پورے کرو۔۔۔ خواہ وہ وعدے جو تم نے عالم ارواح میں اپنے رب سے کیے تھے۔۔۔ خواہ وہ وعدے جو تم نے اپنے نبی کے ساتھ کیے ہیں۔۔۔ خواہ تم آپس میں یا دوسری قوموں کے ساتھ جو وعدے معاہدے کرتے ہو، وہ تمام اصلاحی، دفاعی، تجارتی، کاروباری اور معاشرتی وعدے پورے کرنے کا تمہارا خدا تمہیں حکم دے رہا ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان کا اخلاق اتنا بلند ہونا چاہیے کہ اگر وہ غیر مسلموں سے بھی معاہدے کرے تو پورے کرے تاکہ کوئی غیر مسلم یہ نہ کہہ سکے کہ مسلمان وعدے کے پکے نہیں ہوتے۔ اس لئے اس سورۃ کی ابتداء میں معاہداتِ باہمی یعنی ایک دوسرے کے ساتھ وعدوں کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔

اسلام کے اخلاقی نظام کی بنیاد جن چیزوں پر رکھی گئی ہے ان میں سے ایک چیز عہد کی پابندی ہے۔ جو شخص اپنے عہد کی پاسداری نہ کرے اور اپنے وعدے پر پورا نہ اترے گویا کہ وہ جھوٹا ہے اور جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ اسی طرح حدیث پاک میں منافق کی جو نشانیاں ہیں ان میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ وعدہ پورا نہیں کرتا۔ مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کر رہا ہے۔ آج اگر ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالیں تو بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں وعدے کی پابندی کا تصور بہت کم ہے، خاص کر سیاست کی دنیا میں۔ آج کل وعدوں کی جو مٹی پلید ہو رہی ہے وہ قابل بیان نہیں ہے۔ حکمران اپنی قوم سے جو وعدے کرتے ہیں

یاسیستدان عوام سے جو وعدے کرتے ہیں وہ صرف ملع سازی ہوتی ہے ان میں حقیقت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ لوگ دینی اور اسلامی اخلاق اور اسلامی تربیت سے بالکل بے بہرہ اور بے خبر ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ رب العزت ہماری قوم کی اس بگڑی ہوئی حالت کو سنوارے اور ہمیں وعدوں کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حلت و حرمت کی حکمتیں

اگلے لفظوں میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں اُحْلَلْتُ لَكُمْ بَعْضُ الْأَنْعَامِ ”تمہارے لئے بے زبان جانور اور مویشی حلال کر دیے گئے ہیں“ إِلَّا الْإِنْسَانُ عَلَىٰ عِلْقَتِهِ ”مگر وہ جن کا ذکر آگے آ رہا ہے وہ تم پر حرام ہیں۔“ غَزَّ الْمُحَلِّي الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرٌّ مُلْكِيْنٌ جب تم حرم کی زمین پر ہو اور احرام کی حالت میں ہو، خواہ وہ احرام عمرے کا ہو یا حج کا۔۔۔ احرام کی حالت میں ہر قسم کا شکار تم پر حرام ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے احرام کی حالت میں شکار کو حرام کیوں قرار دیا ہے تو اس سوال کو روکتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں إِنَّ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ مَأْرُءٌ ”اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔“ جب تم اس کے بندے ٹھہرے اور وہ تمہارا خالق و مالک ٹھہرا۔۔۔ وہ تمہارا پیدا کرنے والا ہے۔۔۔ وہ تمہارا خالق ہے تو تمہیں کیا حق ہے کہ تم خدا سے پوچھو کہ تو نے فلاں چیز حلال کیوں کی اور فلاں چیز حرام کیوں کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میری مرضی میں جس کو چاہوں حلال کر دوں جس کو چاہوں حرام کر دوں۔ گویا بندوں کو یہ سبق سکھایا گیا کہ اللہ کی حرام اور حلال کردہ چیزوں کے بارے میں بحث نہ کرنا بلکہ جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے اس کے پابند رہو، یہ حکمتیں تم نہیں سمجھ سکتے۔ یہ حکمتیں وہی جانتا ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے کہ کس چیز کے اندر تمہارے لئے فائدہ ہے اور کس چیز کے اندر تمہارے لئے نقصان ہے۔

بتوں کی طرف منسوب جانور اس بات کی وضاحت اس لئے بھی ضروری تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت تھی کہ انہیں مختلف غزوات میں جب فتح نصیب ہوتی اور مال غنیمت میں کفار و مشرکین کے وہ جانور اور مویشی بھی مسلمانوں کے قبضے میں آتے جن کو مشرکین نے طرح طرح کے نام رکھ کے بتوں کے نام پر چڑھاوا چڑھایا ہوتا اور وہ بتوں کے نام پر چھوڑے ہوتے ان سے کسی قسم کا فائدہ لینا وہ حرام سمجھتے تھے۔۔۔ مگر صحابہ کرام ان کا دودھ پی لیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ان نامزدہ جانوروں کو بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرتے اور کھا لیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں سے کھا لیتے تھے۔۔۔ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جس کو اللہ نے حلال کیا ہے وہ ان کفار کے کہنے سے حرام نہیں ہو سکتا۔

اس آیت کریمہ سے ان لوگوں کی غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے جن کا موقف ہے کہ اولیاء اللہ کے نام پر اگر کوئی جانور مخصوص کیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ جب قرآن سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جن جانوروں پر بتوں کے نام آگئے ہیں تو بتوں کا نام آنے کے باوجود وہ حرام نہیں ہوتے۔۔۔ ان کو بھی اللہ کے نام سے ذبح کر کے تم کھا سکتے ہو۔۔۔ تو جن پر اللہ کے برگزیدہ نبیوں و لیوں کا نام آجائے وہ کیسے حرام ہوں گے۔۔۔ کیونکہ ان پر بھی عند الذبح اللہ ہی کا نام لیا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس

اللہ کے حرام کردہ جانور

کچھ جانور وہ تھے جو بنی اسرائیل پر حرام کیے گئے تھے جیسے اونٹ کا گوشت اور دودھ بنی اسرائیل پر حرام تھا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے۔ چونکہ آپ کا نام ”اسرائیل“ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے رکھا تھا اسلئے آپ کے یہ دونوں نام استعمال ہوتے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک مرض لاحق ہوا تھا جس کو لنگڑی کا درد کہتے ہیں یعنی کمر سے لے کر ٹانگ اور پاؤں تک آپ کو درد تھا جس کو عرق النساء بھی کہتے ہیں۔ آپ نے حکیموں کے مشورے سے اونٹ کا گوشت ترک کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کے بعد میں اونٹ کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ اب اللہ کی حکمت دیکھو کہ جب نبی نے اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے یعقوب! اگر تم نہیں کھاؤ گے تو تمہاری قوم اور تمہاری اولاد پر بھی میں اونٹ کا گوشت حرام کرتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء فرماتے ہیں جب کسی چیز کو نبی اپنے اوپر حرام کر دے تو وہ امت پر خود بخود حرام ہو جاتی ہے۔ چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا تھا لہذا ان کی قوم پر بھی اور انکی اولاد پر بھی حرام رہا۔۔۔ تا آنکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور آپ نے اعلان کیا کہ بعض چیزیں میں تم پر حلال کرتا ہوں جن میں سے اونٹ کا گوشت اور دودھ بھی شامل تھا لیکن بنی اسرائیل اس کے باوجود اونٹ کے گوشت اور دودھ کو حرام کہتے رہے۔۔۔ مگر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے فرمایا میں تم پر وہ چیزیں حلال کرنے آیا ہوں جو پچھلے زمانے میں تم پر حرام تھیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا اے مسلمانو! تمہارے اوپر اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ حلال کر دیا گیا ہے۔

کفار و مشرکین کے حرام کردہ جانور

اسی طرح کچھ جانور بنی اسرائیل پر حرام تھے جو انکی نافرمانیوں کی بناء پر اللہ نے ان پر حرام کیے تھے۔۔۔ اور کچھ انہوں نے خود اپنے اوپر حرام کر لیے تھے۔۔۔ اور کچھ مشرکین نے اپنے اوپر حرام کیے تھے، ان تمام صورتوں کے حوالے سے سورہ مائدہ میں اعلان ہو رہا ہے اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ وَهَذِهِ الْأَنْعَامُ كُلُّهَا حَرَامٌ، چوپائے اور مویشی جو تم پر سزا کے طور پر حرام تھے۔۔۔ یا تمہاری اپنی طرف سے تم پر حرام تھے۔۔۔ کوئی بھی صورت تھی۔ آج رحمۃ اللعالمین نبی یہ اعلان کر رہا ہے۔۔۔ کہ تم پر وہ سارے حلال کر دیئے گئے ہیں۔ ہاں وہ چند جانور اور چند چیزیں جن کی حرمت اب بھی باقی ہے ان کا ذکر آگے آ رہا ہے اور ساتھ ہی یہ بتا دیا کہ اے حج کرنے والو! اور اے عمرہ کرنے والو! جب تم احرام کا لباس پہن کر حرم کی زمین پر جاؤ تو جتنے جانور حلال ہیں، اس مقام کی حرمت کی بناء پر ان کا شکار بھی وہاں تم پر حرام کر دیا گیا ہے۔

شعائر اللہ کا احترام

اس کے بعد اگلی آے ہ کریمہ میں فرمایا! يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّجَرِ الْحَرَامِ۔۔۔ الخ ایمان والوں نے بے حرمتی کرنا اللہ کی نشانوں کی اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں قربانی کی علامت کے پٹے ڈالے گئے

ہیں اور نہ بے حرمتی کرنا ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کے فضل اور اس کی رضا کی خاطر عزت والے گھر خانہ کعبہ کی طرف آنے کا ارادہ کر رکھا ہو۔

### شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم

اس آیہ کریمہ کے شان نزول کے حوالے سے حضرت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حطم بن ہند جس کا دوسرا نام شریح بن ہند تھا وہ عرب کا بڑا مشہور، بڑا بد بخت اور شرارتی آدمی تھا، وہ مدینہ طیبہ میں آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرنے لگا کہ آپ لوگوں کو کیا دعوت دے رہے ہیں؟۔

آپ نے فرمایا کہ میں اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لانے اور اپنی رسالت کی تصدیق کرنے کی دعوت دے رہا ہوں اور لوگوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دے رہا ہوں۔

کہنے لگا۔۔۔ یہ دعوت تو بہت اچھی ہے اور آپ کا پیغام اور پروگرام تو بڑا اچھا ہے مگر ابھی میں غور کروں گا آپ کی دعوت پر اپنے سرداروں کی رائے لوں گا۔ اس کے بعد امید ہے کہ میں بھی اسلام قبول کر لوں گا اور میرے ساتھی بھی اسلام قبول کر لیں گے اور میں انہیں ساتھ لاؤں گا اور ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے آنے سے پہلے ہی صحابہ کرام کو فرمادیا تھا کہ ایسا شخص جو بڑا چالاک اور شیطان کی بولی بولتا ہے وہ میرے پاس آ رہا ہے۔ جب حضور علیہ السلام نے یہ خبر دی تو تھوڑی دیر کے بعد یہ آ گیا۔ جب یہ چند باتیں کر کے چلا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دَخَلَ بَوَاجِہِ کَافِرٍ وَخَرَجَ بِعَقَبِ غَادِرٍ یہ شخص آیا تھا کافر کی نحوست لے کر، اور گیا ہے غادر کی شکل اور پشت لے کر۔ غادر کے معنی ہیں غدر کرنے والا یعنی لوٹ مار کرنے والا۔ جب یہ واپس لوٹا تو مدینے پاک کے بیرونی مضافات اور جنگلوں سے جب گزرا تو جہاں جہاں مسلمانوں کے مال مویشی بکریاں مویشی نظر آئے سب کو ہانک کے لے گیا۔۔۔ یہ ہے غادر کا مفہوم۔

جس وقت مسلمانوں کو پتہ چلا کہ حطم ہمارے اونٹ وغیرہ لے کر چلا گیا ہے تو اس وقت تک وہ نکل چکا تھا۔ اس واقعہ کو جب ایک سال گزرا تو وہ بد بخت جو مال مویشی لے کر چلا گیا تھا ان میں سے کچھ جانور لے کے قربانیوں کی غرض سے مکہ کی طرف آیا۔ جب وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قریب سے گزرا تو صحابہ نے اپنے مویشی پہچان لیے تو صحابہ نے کوشش کی کہ اس سے اپنا مال واپس لے لیا جائے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا یہ ارادہ دیکھا تو آپ نے فرمایا۔۔۔ نہیں میں تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔۔۔ چنانچہ اس وقت یہ آیہ کریمہ اتری اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ جو شخص بیت اللہ کا قصد لے کے آ گیا ہے، وہ خواہ کافر ہے، خواہ اس کے پاس چوری کا مال ہے۔۔۔ چونکہ وہ بیت اللہ کا ارادہ لے کر آیا ہے لہذا اے مسلمانو! یہ تمہاری شان اور عظمت کے خلاف ہے کہ تم اس سے اپنے مال مویشی واپس لو۔۔۔ چونکہ اس نے ان کو قربانی کیلئے مخصوص کر دیا ہے لہذا تم اس کو چھوڑ دو۔ اگر اس ظالم نے لوٹ مار کی ہے تو وہ خود خدا کے سامنے (جواب دے گا، لیکن تم تو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرو۔ (جامع البیان: ۷۹/۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت

اس حکم کے ذریعے مسلمانوں کو بہت بڑا اخلاقی مقام بخشا گیا اور مسلمانوں کو یہ کہا گیا کہ تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ اگر دوسرے لوگ حرم کی تعظیم نہ کریں تو تم بھی نہ کرو۔ اگر وہ اللہ کی نشانیوں کی تعظیم نہیں کرتے تو تم بھی ان کی طرح نہ ہو جانا کیونکہ تمہارا مقام اور ہے اور ان کا مقام اور ہے۔

اپنی ملت کو قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

چونکہ تم رسولِ عربی کی قوم ہو لہذا تمہیں چاہیے کہ حرمت والے مہینوں کا احترام کرو۔۔۔ تمہیں چاہیے کہ احرام کے لباس کا احترام کرو۔۔۔ تمہیں چاہیے کہ حرم کی زمین کی بھی تعظیم کرو۔۔۔ تمہیں چاہیے کہ اللہ کے جو شعائر ہیں انکی بھی تعظیم کرو۔۔۔ خواہ وہ پتھر ہوں، خواہ وہ درو دیوار ہوں۔ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ (البقرہ: ۱۵۸) یہ صفا اور مر وہ اللہ کے شعائر ہیں۔۔۔ خانہ کعبہ اللہ کے شعائر سے ہیں۔۔۔ دین کی وہ چیزیں جن کے ساتھ حلت اور حرمت وابستہ ہے وہ تمام اللہ کے شعائر ہیں۔ واضح رہے کہ قرآن میں جہاں کہیں من دون اللہ کے لفظ آئے ہیں ان سے مراد بت ہیں نہ کہ شعائر اللہ۔۔۔ جن کی تعظیم کا خود خالق کائنات نے حکم فرمایا ہے۔

دعوتِ حدیث

کد و شریف

محبوب خدا ﷺ کی ایک مرغوب غذا

حضرت ابوالبیان علیہ الرحمہ کی شرح شامک ترمذی

(ترتیب و تدوین: علامہ محمد رمضان مجددی (ایم۔ فل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ماجاء فی صفۃ ادام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن انس بن مالک یقول ان خیاطا دعا رسول اللہ الطعام صنعہ فقال انس فذہبت مع رسول اللہ الی ذلک الطعام فقرب الی رسول اللہ الخبز امن

شعیر و مرغافہ دباء و قدید قال انس فرآیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتبع الدباء حوالی الصحفہ فلم ازل احب الدباء من یومئذ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ میں بھی آپ کے ساتھ اس دعوت میں شریک ہوا۔ اس نے آپ کی خدمت میں جو کی روٹی اور شوربا جس میں کدو تھے اور خشک گوشت پیش کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ پیالے کے کناروں سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کر کے تناول فرما رہے ہیں پس اسی دن سے میں کدو کو پسند کرتا ہوں۔

(شامک ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ص: ۱۰)

توضیح حدیث

کدو ایک عام سبزی ہے جو ہمارے ملک میں موسم گرما میں لمبی، گول اور ناشپاتی کی شکل میں وافر پائی جاتی ہے۔ اس کے پودے کے پتے بڑے بڑے اور نرم و ملائم ہوتے ہیں۔ کدو کی تاریخی حیثیت یہ ہے کہ خود اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کدو شریف کا ذکر بڑے تحسین (آفرین انداز میں کرتے ہوئے فرمایا: **أَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ**) (الصافات: ۱۴۶)

یعنی جب اللہ کے نبی حضرت یونس علیہ السلام چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے بعد واپس خشکی پر جلوہ گر ہوئے تو چونکہ اس عرصہ میں آپ کا جسم اقدس انتہائی نازک ہو چکا تھا اور آپ چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے سے عاجز تھے۔ لہذا اب آپ کے وجود کی بہت زیادہ نگہداشت کی ضرورت تھی تاکہ آپ کو سورج کی حرارت اور چلچلاتی دھوپ سے بچایا جاسکے۔ چنانچہ خالق کائنات نے آپ کی حفاظت کایوں اہتمام فرمایا کہ آپ دریا کے کنارے زمین پر جہاں تشریف فرما تھے اللہ نے وہاں کدو کی بیل اگا کے اس کے بڑے بڑے اور نرم و ملائم پتوں کے خوشگوار لمس سے آپ کو فرحت بخشی اور آپ پر سایہ کر کے سورج کی تمازت سے آپ کو محفوظ فرما دیا۔ اس حصار میں چند دنوں کے بعد آپ کا جسم اطہر دوبارہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں کدو کے متعلق تین احادیث روایت فرمائی ہیں دو حضرت انس اور ایک حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ کدو شریف ہمارے آقا تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی مرغوب غذا تھی۔ اور آپ نے نہایت پسندیدگی کے ساتھ کدو شریف کی کاشیں تلاش کر کے کھائیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی پیارے صحابی تھے۔ آپ دس سال کے تھے جب سے آپ کی والدہ نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دے دیا تھا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا سودا سلف لاتے اور اس طرح ہر وقت خدمت اقدس میں حاضر رہتے۔ دعوت کرنے والے خوش نصیب صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت شعیب رضی اللہ عنہ تھے جو کپڑوں کی سلائی کر کے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالتے تھے۔

آج کل ہمارے معاشرے میں خیاط یعنی درزی کو ایک معمولی حیثیت کا آدمی سمجھا جاتا ہے حالانکہ اللہ رب العزت کی نظر میں بحیثیت انسان سب برابر ہیں۔ لیکن جو شخص جتنا متقی، پرہیزگار اور خوف خدا جیسی اعلیٰ صفات سے مزین ہو گا وہ اتنا ہی بارگاہ خداوندی میں مقبول و منظور ہو گا۔

عام معاشرے کی نظر میں اگرچہ صحابہ رسول حضرت شعیب رضی اللہ عنہ کی غلامی اور خیاطی کی بناء پر اعلیٰ درجے کی عزت و توقیر نہ تھی مگر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں آپ کا ہر صحابی اور ہر کلمہ گو محبوب تھا۔ آپ نے یتیموں، مسکینوں، غلاموں، بے سہارا اور معاشرے میں کم تر درجے کے افراد کی دعوت کو قبول کر کے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور ان کے احساس کمتری کو رافو کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو مراد رسول حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ روتے ہوئے

عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کتنے عظیم تھے کہ عرشی ہو کر ہم جیسے خاکیوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ درحقیقت یہ تقاضا تھا، آقا کے رحمۃ للعالمین ہونے کا کہ آپ نے معاشرے کے ہر طبقے کو عزتوں سے یوں نوازا کہ اب وہ معاشرے میں فخر سے اپنا سر بلند کر کے کہہ سکتا ہے کہ

کیا ہوا اگر تم مجھے اچھا نہیں سمجھتے، میرے آقا تو مجھ سے پیار کرتے ہیں

کچھ یہی انداز اس دعوت کے تھے کہ جب حضرت شعیب رضی اللہ عنہ کی دعوت کو آقا علیہ السلام نے قبول فرمایا تو آپ کے پیش کردہ طعام کو خوب مزے لے کے کھایا اور اپنی امت کو بھی فرمایا اِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجِبْ ”جب تمہیں کوئی دعوت دے تو اس کی امیری غریبی کو قطعاً پیش نظر نہ رکھا کرو بلکہ خوش دلی سے اس کی دعوت کو قبول کیا کرو“ تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو سکے اور معاشرے میں اس کا وقار بلند ہو۔ اس دعوت کا چشم دید منظر خادم رسول حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جو کی روٹی، خشک گوشت اور شوربے والا کدو مبارک پیش کیا گیا تو آپ نہایت پر لطف انداز میں کدو شریف کے ٹکڑے تلاش (کر کر کے کھاتے رہے اور کدو کے متعلق تعریفی کلمات بھی فرماتے رہے۔) (مواہب ص: ۱۲۴)

دعوت پر کسی دوسرے کو ساتھ لے جانا

یہ بات بھی بڑی توجہ طلب ہے کہ اخلاقی اور مذہبی اعتبار سے دعوت پر مدعو شخص کو دعوت قبول کرتے ہوئے اکیلے ہی جانا چاہئے مگر جہاں بے تکلفی ہو یا ایسا کرنا معروف ہو کہ مدعو شخص اپنے ساتھ اگر کسی اور کو بھی لے جائے تو گھر والے محسوس نہیں کرتے تو ایسی صورت میں وہاں اپنے خادم یا چھوٹے بچے کو ساتھ لے جاسکتے ہیں۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزیوں میں کدو شریف بہت ہی پسند اور مرغوب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کدو سے رغبت کی وجوہات کو کما حقہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں مگر چند وجوہات جو علماء اور حکماء نے بیان کی ہیں وہ نذر قارئین ہیں۔

کدو کے پسندیدہ ہونے کی وجوہات

کدو کے مرغوب ہونے کی وجہ معروف محدث اور جلیل القدر عالم حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کان سبب محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ ما فیہ من افادۃ زیادۃ العقل والرطوبة المعتدلیۃ (جمع الوسائل، ادارہ تالیفات اشرفیہ: ۲۵۴)

کدو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس لئے ہے کہ یہ عقل کو زیادہ کرتا ہے اور معتدل رطوبت کو بڑھاتا ہے

ز۔۔۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کدو کے مرغوب و محبوب ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں یا عاءِ شتہ اذا طبختم قدرافاکثروا

(فیہا من الدباء فانه یشتد قلب الحزین ”(عبدالرؤف المناوی، حاشیہ جمع الوسائل، ادارہ تالیفات اشرفیہ: ۲۵۴)

اے عائشہ جب تم ہنڈیا پکاؤ تو اس میں اکثر کدو پکایا کرو کیونکہ کدو غمگین و پریشان دل کو مضبوط کرتا ہے۔

ز۔۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کدو ہلکی پھلکی غذا ہے یہ گرم مزاج والے کو نفع دیتا ہے اور سرد مزاج والے کیلئے بھی مفید ہے۔ یہ پیاس بجھاتا ہے اور سوداء کو خارج کرتا ہے۔

کدو سے محبت، ایمان کا تقاضا ہے

چونکہ یہ فطرت ہے کہ محبوب سے تعلق رکھنے والی ہر چیز محبوب ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ محبوب رب العالمین ہیں اور آپ کی محبت ایمان کی جان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ ہر چیز سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور آپ کی ہر پسند کو اپنی پسند اور آپ کی ناپسند کو اپنی ناپسند قرار دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدو میں رغبت فرماتے ہیں تو تب سے آپ بھی کدو سے محبت فرمانے لگے۔ پس بندہ مؤمن کو چاہیے کہ وہ کدو و شریف کو مرغوب سمجھے اور اسے پسندیدہ غذا کے طور پر شوق و رغبت سے کھائے۔ اسی طرح دیگر اشیاء اور معاملات میں بھی ہر اس چیز کو پسند کرے جسے حضور پسند فرماتے تھے اور ہر اس چیز سے نفرت کرے جو آپ کو ناپسند تھی جیسا کہ معروف محدث حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وانہ یسن محبۃ الدباء لمحبتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کذا کل شیء کان یحبہ یعنی یہ سنت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے کدو و شریف سے محبت کی جائے، اسی طرح آپ کی ہر پسندیدہ چیز سے بھی محبت کی جائے۔

جو محبت غیرت کی چنگاری سے خالی ہو وہ سراسر منافقت ہے۔ ایک محب صادق کی نشانی یہ ہے کہ جہاں وہ محبوب سے اور اس سے نسبت اور تعلق رکھنے والی ہر چیز سے محبت کرے، وہاں اس کی پسندیدہ چیز کو اپنی پسند جانے اور محبوب کی پسندیدہ چیز کو ناپسند خیال کرنے والے سے نفرت کرے۔

ایک دفعہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے کہ سر محفل کدو و شریف کا ذکر چھڑ گیا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا۔ ایک آدمی کہنے لگا مجھے تو کدو پسند نہیں۔ تو آپ فوراً غیرت ایمانی سے تڑپ اٹھے اور فرمایا ”ارے بد بخت اگر صرف کدو کی بات ہوتی اور تو ناپسندیدگی کا اظہار کرتا تو بات اور تھی۔ اب تو نے حضور کی پسندیدہ چیز سے اظہارِ ناپسندیدگی کر کے گستاخی کی ہے لہذا میرے نزدیک تو (واجب القتل ہے۔“ (انوار غوثیہ

بقیہ صفحہ 60 سے آگے راقم الحروف (محمد سعید احمد مجددی) کو حاصل ہوئی، نماز جمعہ کے بعد آپ کو کلاں قبرستان کے ایک کونے میں آپ کے والد مرحوم حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا، جہاں آج ایک عظیم الشان روضہ عالیہ تعمیر ہو چکا ہے اور ایک دینی مدرسہ بھی موجود ہے جس میں نرسری ٹاڈل اور ناظرہ و حفظ قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے۔ آپ کا سالانہ عرس ہر سال ۲۲ نومبر (دربار عالیہ حضرت خواجہ رکن الدین علیہ الرحمہ متصل کلاں قبرستان گوجرانوالہ) کو انتہائی تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔



## الہینات شرح مکتوبات

شرح۔۔۔ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز

دفتر اول۔۔۔ مکتوب ۱۸۵

قلب سلیم۔۔۔ باعث مغفرت ہے

متن: آنچہ برماوشلازم است سلامتی قلب است از گرفتاریِ مادونِ حق سبحانہ و این سلامتی بر تقدیرے میسر گردد کہ غیر اور اسبحانہ بردلِ خطورے نہماند اگر فرضاً ہزار سال حیات وفا کند غیر بردلِ نگذرد

ترجمہ: جو کچھ ہم اور تم پر لازم ہے وہ حق سبحانہ کے ماسوا کی گرفتاری سے اپنے قلب کی سلامتی ہے اور یہ سلامتی اسی صورت میسر ہوتی ہے کہ اس سبحانہ کے غیر کا دل پر کوئی گذر نہ رہے اگر بفرض محال ہزار برس بھی زندگی وفا کرے پھر بھی دل پر غیر کا گذر نہ ہو۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کو جادہ شریعت پر استقامت گزریں اور متوجہ الی اللہ رہنے کی دعادی رہے ہیں کیونکہ سالکین جس قدر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس قدر اغیار کی محبت سے بیزار اور ماسوا کی گرفتاری سے نجات پاتے ہیں۔ اہل طریقت اسی کو سلامتی قلب اور فنا کہتے ہیں۔ روز قیامت قلب سلیم ہی باعث مغفرت اور موجب رحمت ہوگا۔

بینہ: واضح رہے کہ ہزار برس ماسوی اللہ کے نسیان کا قول حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی اپنی فنائیت تامہ اور محویت کلیہ کا بیان ہے جس سے آپ ہی مختص و ممتاز ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

دفتر اول۔۔۔ مکتوب ۱۸۶

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا

تقسیم بدعت سے انکار اور اس کی توجیہات

متن: گفته اند کہ بدعت بردو نوع است حسنہ و سہ حسنہ آن عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آنسرو و خلفاء راشدین علیہ و علیہم من الصلوٰت اتہا و من التحیات اکملہ اپیداشدہ باشد و رفع سنت نماید سہ آنکہ رافع سنت باشد این فقیر در ہیچ بدعتی ازین بدعتہا حسن و نورانیۃ مشاہدہ نمیکند و جز ظلمت و کدورت احساس نمی نماید اگر فرضاً عمل مبتدع را امروز بواسطہ ضعف بصارت بطراوت و نضارت بیند فردا کہ حدید البصر گردد نداند کہ جز خسارت و ندامت نتیجہ نداشت بیت

بوقت صبح شود ہیچ روز معلومت

کہ باکہ باختہ عشق در شب دیچور

سید البشر میفرماید علیہ و علیہ الصلوٰت و التسلیمات من احدث فی امرنا ہذا مالیس منہ و ہور دچیزیکہ مردود باشد حسن از کجا پیدا کند

ترجمہ: بعض علماء کہتے ہیں کہ بدعت دو قسم کی ہے حسنہ اور سہ۔ بدعت حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو حضور اکرم اور خلفائے راشدین علیہ وعلیہم من الصلوٰات اتہما ومن التسلیمات اکملہا کے زمانہ ظاہری کے ظاہر ہوا ہو اور رفع سنت نہ کرے اور بدعت سہ وہ ہے جو رفع سنت ہو مگر یہ فقیران بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن و نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا اور سوائے ظلمت و کدورت کے کچھ محسوس نہیں ہوتا اگر بالفرض کوئی بدعت آج ضعف بصارت کی بناء پر تازہ اور خوش نما دکھائی دیتی ہے کل جو حدت بصر دے دیں گے تو سوائے خسارہ و شرمندگی کے کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰات والتسلیمات فرماتے ہیں مَنْ أَخَذَ ثِيَابِي فَأَخَذَ أَمَالَيَ سَ مِنْهُ وَهُوَ رَدُّ جَوْشِرِي هِيَ مردود ہو اس میں حسن کہاں سے ظاہر ہو گا؟۔

مکتوب الیہ: حضرت خواجہ عبدالرحمان مفتی کابلی رحمۃ اللہ علیہ

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے معرکہ آراء مکاتیب شریفہ میں سے ہے جس میں آپ نے تقسیم بدعت سے انکار فرمایا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بدعت کی قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وباللہ التوفیق

ز۔۔۔ محدث کبیر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بدعت کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

أَلْبَدْعَةُ كُلُّ شَيْءٍ عَمِلَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ سَلْبِ قِيَعِي عَهْدٍ گزشتہ میں جس چیز کی مثال نہ ہو اسے معمول بنالیا جائے، وہ بدعت کہلاتا ہے۔ (مرقات علی مشکوٰۃ جلد اول: ۱۲۹)

ز۔۔۔ شارح بخاری حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یوں ار قدام پذیر ہیں

أَلْبَدْعَةُ أَضْلُهُمَا أَخَذَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ سَلْبِ قِيَعِي بدعت کی اصل یہ ہے کہ ایسے امور کو ایجاد کر لیا جائے جس کی سابقہ دور میں نظیر نہ ملتی ہو۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد چہارم: ۲۵۳)

ز۔۔۔ فاضل اجل حضرت سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

أَلْبَدْعَةُ هِيَ الْأَمْرُ الْمُخْدَعُ الَّذِي لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالْتَّابِعُونَ وَلَمْ يَكُنْ مِمَّا افْتَضَاهُ الدَّلِيلُ الشَّرْعِيُّ یعنی بدعت ایسے نو ایجاد امر کو کہا جاتا ہے جس پر (صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل نہ ہو اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل شرعی ہو۔) کتاب التعریفات: ۱۹

ز۔۔۔ حضرت علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں

فِي الشَّرْعِ إِحْدَاثُ مَا لَمْ يَكُنْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي شَرِيعَتِ مِلَّةٍ فِي شَرْعِ اللَّهِ هِيَ جَوَافِدُ نَبِيِّ عَلِيٍّ صَاحِبِهَا الصَّلَوَاتِ مِلَّةٌ نَحْنُ نَحْنُ

(مرقات علی مشکوٰۃ جلد اول: ۱۷۹)

ز۔۔۔ حضرت علامہ اسماعیل حق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

إِنَّ الْبِدْعَةَ سَيِّئَةُ الْفِعْلِ الْمُخْرِجَةُ فِي الدِّينِ عَلَى خِلَافِ مَا كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ وَكَانَتْ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ یعنی بدعت اس فعل کو کہتے ہیں جو سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰت کے خلاف وضع کیا جائے یونہی وہ صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے مخالف ہو۔ (تفسیر روح البیان جلد ۲۴: ۲۴)

ز۔۔ حضرت علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمودہ محدثات کی دو اقسام نقل فرمائی ہیں ملاحظہ ہوں

أَلْمُحَدَّثَاتُ ضَرْبَانِ مَا أَخَذَتْ مُخَالَفَةً لِمَا بَأْوُسْنَةٍ أَوْ أَكْثَرَ أَوْ إِجْمَاعًا فَلِهَذَا بَدْعُهُ ضَلَالَةٌ وَمَا أَخَذَتْ مِنْ أَرْتِهَا لِيَخَالَفَ شَيْءًا مِنْ ذَلِكَ فَلِهَذَا مُخَدَّعَةٌ غَيْرُ مُدْمُومَةٍ یعنی محدثات کی دو قسمیں ہیں ایسے امور جو قرآن یا سنت یا اثر یا اجماع کے مخالف ہوں وہ بدعت ضلالہ ہیں اور جو امور ان (کتاب و سنت و اثر و اجماع) کے مخالف نہ ہوں وہ محدثات محمودہ ہیں۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد اول: ۳۰۲)

جبکہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت میں مَنْ أَخَذَتْ فِي أَمْرٍ نَاهَى مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (ابوداؤد جلد ثانی: ۲۸۷) میں ”مَا لَيْسَ مِنْهُ“ کی قید لگا کر اس امر کی صراحت فرمادی گئی کہ جو چیز دین اسلام کے خلاف ہو وہی قابل رد ہے اور جو چیز اسلام سے مزاحم و متصادم نہ ہو محدثات محمودہ میں سے ہے جسے حدیث میں سنت حسنہ فرمایا گیا ہے۔ بنا بریں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز بدعت کی تقسیم کے قائل نہیں اور آپ کے نزدیک کُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ کی تخصیص مناسب نہیں بلکہ آپ کے نزدیک کُلُّ مُخَدَّعَةٍ بَدْعَةٍ عام مخصوص البعض قرار پاتا ہے اسی لئے آپ احداث فی الدین (خلاف کتاب و سنت و غیرہا) کو بدعت فرماتے ہیں اور ہر بدعت کو ضلالت و گمراہی کا سرچشمہ خیال کرتے ہیں۔

ز۔۔ آپ علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں ارقام پذیر ہیں

نور سنت سنیہ را علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ظلمات بدعتہا مستور ساختہ اند و رونق ملت مصطفویہ را علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کدورت امور محدثہ ضائع گردانیدہ عجب تر آنکہ جمعے آں محدثات را امور مستحسنہ میدانند و آں بدعتہا احسانت می انگارند و تکمیل دین و تنمیم ملت ازاں حسنات می جویند و در اتیان آں امور ترغیب می نمایند ہدایم اللہ سبحانہ سوا الصراط المگر نمی دانند کہ دین پیش ازیں محدثات کامل شدہ بود و نعمت تمام گشتہ و رضاء حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بحصول پیوستہ کما قال اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم۔۔ الخ پس کمال دین ازیں (محدثات جستنی فی الحقیقت انکار نمودن است بمقتضائے ایں آیہ کریمہ۔ (دفتر اول مکتوب: ۲۶۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے نور کو بدعات کی تاریکیوں نے چھپا دیا ہے اور ملت مصطفوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی رونق کو ان نو ایجاد امور کی کدورتوں نے ضائع کر دیا ہے۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک جماعت، ان بدعات کو مستحسن جانتی ہے اور ان کو نیکیاں سمجھتی ہے اور ان کے ذریعے سے دین و ملت کی تکمیل و تنمیم کرنا چاہتی ہے اور ان امور کے بجالانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دے۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ دین ان بدعات سے پہلے مکمل ہو چکا ہے اور اللہ کی نعمتیں پوری ہو چکی ہیں اور اس کی رضا ان کے حصول کیساتھ ملی ہوئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی

نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔ پس دین کا کمال ان بدعات میں سمجھنا درحقیقت اس آیہ کریمہ کے مضمون سے انکار کرنا ہے۔

ز۔۔۔ آپ ایک دوسرے مقام پر یوں تحریر فرماتے ہیں

گذشتگان در بدعت حسنه دیدہ باشند کہ بعض افراد آنرا مستحسن داشته اند اما میں فقیر دریں مسئلہ بایشان موافقت ندار دو ہیچ فرد بدعت را حسنه نمیداند و جز ظلمت و کدورت در اں احساس نمی نماید قال علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والسلام کل بدعة ضلالة و می یابد کہ دریں غربت وضعف اسلام سلامتی منوط باتیان سنت است و خرابی مربوط بہ تحصیل بدعت ہر بدعت کہ باشد بدعت را در رنگ کلند میدانند کہ ہدم بنیاد اسلام می نماید و سنت را در رنگ کوکب در خشاں می یابد کہ در شب و بجور ضلالت ہدایت می فرماید علماء وقت را حق سبحانہ و تعالیٰ توفیق دہاد کہ بحسن ہیچ بدعت لب نکشایند و باتیان ہیچ بدعت فتویٰ نہ ہند اگرچہ آں بدعت در نظر شاں در رنگ فلق صبح روشن در آید چہ تسویلات شیطان را در ماورائے (سنت سلطان عظیم است) دفتر دوم مکتوب: ۲۳

ترجمہ: بعض اگلے لوگوں نے بدعات میں کوئی حسن دیکھا ہو گا کہ اس کے بعض افراد کو انہوں نے مستحسن قرار دیا۔ یہ فقیر ان سے اس مسئلہ میں اتفاق نہیں رکھتا اور کسی فرد بدعت کو ”حسنہ“ نہیں جانتا اور سوائے ظلمت و کدورت کے ان میں کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ فقیر کے نزدیک اسلام کی اس غربت و کمزوری کے زمانے میں سلامتی، سنت سے اور خرابی، بدعت سے وابستہ ہے۔ خواہ کوئی بدعت ہو، بدعت اس فقیر کو کدال کی صورت میں نظر آتی ہے کہ جو اسلام کی بنیاد کو ڈھا رہی ہے اور سنت کو ایک در خشاں ستارے کے رنگ میں پاتا ہے جو گمراہی کی شب تاریک میں رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کے حسنہ ہونے کے متعلق زبان نہ کھولیں اور کسی بدعت کے کرنے کا فتویٰ نہ دیں اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں ”فلق صبح“ کی مانند روشن ہو کیونکہ شیطانی مکر کو ماورائے سنت (بدعت) میں بڑا تسلط ہے۔

سطور بالا سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز بدعت کی قسم اول (بدعت حسنہ) پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے بلکہ آپ بدعت کا اطلاق صرف دوسری قسم (بدعت سے ۶) پر ہی کرتے ہیں اور ہر بدعت کو ”کل بدعة ضلالة“ (ابوداؤد ۲/۲۷۹) کے تحت رکھتے ہیں۔ آپ کے اس موقف پر جن لوگوں نے اعتراض و انکار کیا ہے وہ آپ کے علوم مرتبت اور سمو منزلت سے بے خبر ہیں۔ اگر دیانت داری سے اس مسئلے پر غور کیا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

تقسیم بدعت سے انکار کی توجیہات

۱۔۔۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ سنت ترویج کی اور تخریب بدعت پر مامور تھے اور وہ دور بدعات و خرافات کے سیلاب کا دور تھا اور آپ بدعت سے سخت متنفر تھے۔ فقہاء نے بدعات کی تقسیم کر کے بعض بدعتوں کو جائز، مستحب، واجب و غیر ہا قرار دیا اور علمی مویشگان فیوں کی طرف مائل ہو گئے جبکہ حضرت امام ربانی فکری و علمی انقلاب لانے اور دین اسلام کی تجدید و تعمیر میں مصروف تھے۔ آپ کی نظر آئندہ

ہزار سال کی طرف مرکوز تھی اور آپ کو ملت اسلامیہ کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کی فکر دامن گیر تھی۔

۲۔۔ آپ مشاہدہ و یقین کی آخری منزل پر فائز تھے۔ آپ کا علم، لدنی اور حضوری تھا۔ آپ مقام فقہت سے نہیں بلکہ مقام امامت و ولایت سے اس تقسیم کی نفی فرما رہے تھے۔ آپ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ جس قول و فعل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبت نہ ہوتی اس میں آپ کو کوئی حسن و جمال نظر نہ آتا۔ عشق و محبت کی دنیا میں نسبت اور رابطے کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اصحاب قلوب سے پوشیدہ نہیں۔

۳۔۔ جن علمائے امت نے بدعت کی تقسیم فرمائی ہے وہ ”کل بدعت ضلالہ“ میں لفظ بدعت کو عام مخصوص البعض قرار دیتے ہیں اور حضرت امام ربانی ”کل محدثہ بدعتہ“ میں لفظ ”محدثہ“ کو عام مخصوص البعض قرار دیتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر ”محدثہ“ کی تخصیص کر دی جائے تو بدعت کی تقسیم کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔

۴۔۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امت کے مجدد اعظم ہیں۔ آپ کا بدعت حسنہ کی مطلق نفی فرماناسد الباب کے قبیل سے ہے تاکہ عوام بدعت حسنہ کا سہارا لے کر بدعت ضلالہ میں نہ پھنس جائیں لہذا آپ نے تجدیدی حکمتوں کے پیش نظر یہی مناسب جانا کہ سرے سے بدعت کا دروازہ ہی بند کر دیا جائے۔

۵۔۔ بدعت حسنہ اور بدعت ضلالہ میں فرق کرنا علمائے محققین کی ذمہ داری ہے۔ آپ نے احتیاطی تدابیر کے تحت بدعت کی تقسیم، تفریق اور تعیین کا حق عوام کے سپرد نہیں فرمایا تاکہ اس کی آڑ میں اہل ہوس، دین میں فتنہ و فساد کا دروازہ نہ کھول دیں جیسا کہ علماء سوء نے اس تقسیم سے ناجائز فائدہ اٹھایا جن کے متعلق آپ نے یوں نشاندہی فرمائی

علماء ایں وقت رواج دہندہائے بدعت اندو محو کنندہائے سنت۔۔۔ بجواز بلکہ باستحسان اوفتویٰ می دہند مردم را بر بدعت دلالت می نمایند (دفتر دوم مکتوب: ۵۴)

ترجمہ: اس زمانہ کے اکثر علماء خود ہی بدعت کے رواج دینے والے اور سنت کے مٹانے والے ہیں۔۔۔ یہ لوگوں کو بدعت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور بدعت کو شرعاً جائز بلکہ مستحسن قرار دے کر فتویٰ دیتے ہیں۔

۶۔۔ آپ مجتہد ہیں اور آپ کا یہ قول اجتہاد کے قبیل سے ہے جیسا کہ آپ نے تشہد میں رفع سبابہ کا انکار فرمایا ہے۔ جس کی توجیہ کرتے ہوئے حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

(حضور مجدد رضی اللہ عنہ کا ترک رفع سبابہ بناء بر اجتہاد ہے) (کلمات طیبات فارسی: ۲۹)

۷۔۔ آپ کے نزدیک سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول ”نعمۃ البدعت ہذہ“ (بخاری اول) میں بدعت کا لغوی حقیقی معنی مراد ہے کیونکہ دور فاروقی میں بدعت کی تقسیم اور اس جیسی دیگر مصطلحات کا نام و نشان تک نہ تھا۔ نیز خلیفہ دوم کا عمل ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت علیکم وعلیٰ آئینی و سلم الخلفاء الراشدين (ابن ماجہ: ۵) سنت ہے نہ کہ بدعت حسنہ، لہذا احادیث کے ان الفاظ کو بدعت کی تقسیم پر محمول

(کرنا تکلف سے خالی نہیں۔) (فہم)

۸۔۔ حضرت امام ربانی نے میر محب اللہ کی طرف ایک مکتوب میں لکھا کہ

بدعت دو حال سے خالی نہیں ہے یا وہ سنت کی رافع ہوگی یا رفع سنت سے ساکت ہوگی۔ ساکت ہونے کی صورت میں وہ بالضرور سنت پر زائد ہوگی جو درحقیقت اس کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو سنت کی رافع اور اس کی نقیض ہوتی ہے، نہ اس میں خیر ہے نہ حسن۔ ہائے افسوس انہوں نے بدعت کے حسنہ ہونے کا کس طرح حکم دے دیا؟ بدعت حسنہ۔۔۔ رافع سنت ہے

۹۔۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ار قام پذیر ہیں ملاحظہ ہو

جاننا چاہئے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ نے حسن سمجھا ہے جب ان کو اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنت کو رفع کرنے والی ہیں مثلاً میت کے کفن دینے میں عمامہ کو بدعت حسنہ کہتے ہیں حالانکہ یہی بدعت، رافع سنت ہے کیونکہ عدد مسنون (تین کپڑوں) پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ عین رفع ہے اور ایسے ہی مشائخ نے شملہ دستار کو بایں طرف چھوڑنا پسند کیا ہے، حالانکہ شملہ کا دونوں کندھوں کے (درمیان چھوڑنا سنت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت، رافع سنت ہے۔) (دفتر اول مکتوب: ۱۸۶)

۱۰۔۔ آپ کے نزدیک جو کام، مقصود شرع کے مطابق ہو اور صدر اول میں اس کی کوئی مثال یا اصل ثابت ہو تو اس کو بدعت حسنہ کی بجائے : سنت کہا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے

(من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا۔۔ الخ) (مشکوٰۃ: ۳۳)

(لہذا حدیث سے ثابت شدہ تقسیم سنت میں لفظ سنت حسنہ کا اطلاق بدعت حسنہ کے اطلاق سے بدرجہا اولیٰ ہے۔) (فتدبر)

: قطب شام حضرت امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

ان البدع الحسنۃ الموافقة لمقصود الشرع تسمیٰ سنۃ

ترجمہ: جو بدعت حسنہ مقصود شرع کے مطابق ہو اس کو بھی سنت ہی کہا جائے گا۔

۱۱۔۔ اس مفہوم کے پیش نظر حضرت امام ربانی اور بعض علماء کے درمیان لفظ بدعت کے بارے میں اختلاف محض لفظی ہے اور وہ یہ کہ قسم اول پر بدعت کا اطلاق کرنا چاہئے یا نہیں؟

اس لفظی نزاع کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شاہ محمد مظہر فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

می فرمودند کہ بدعت حسنہ نزد امام ربانی قدس سرہ داخل سنت است اطلاق بدعت بر آں نمی فرمایند بموجب کُلُّ بدعۃ صلاۃ و نزع در میان

(ایشان و علماء کہ بوجود حسن در بدعت قائل اند لفظی است) (مقامات سعیدیہ: ۱۲۵)

ترجمہ: حضرت شاہ احمد سعید دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ بدعت حسنہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک داخل سنت ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کل بدعت ضلالتہ کے مطابق اس پر بدعت کا لفظ نہیں بولتے اور آپ کے اور ان علماء کے درمیان جو بدعت حسنہ کے قائل ہیں صرف لفظی نزاع ہے۔

ز۔۔۔ معرب مکتوبات حضرت علامہ محمد مراد کی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مفصل مضمون کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے ملاحظہ ہو معرب مکتوبات امام ربانی (محمد مراد کی عفی عنہ) کہتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے مکاتیب شریفہ میں سے بہت سے مقامات پر بدعت کے متعلق بہت شدید رویہ اختیار فرمایا ہے اور آپ اس کے حقدار بھی تھے کیونکہ اگر آپ بدعت کے معاملہ میں شدت نہ فرماتے تو سارا ہندوستان اور ماوراء النہر کا علاقہ بدعت کے اندھیروں میں ڈوب جاتا۔ بدعت کے بارے میں آپ کا یہ رویہ دوسرے علماء اسلاف رحمہم اللہ کے اس قول کے خلاف نہیں کہ بدعت دو قسم پر ہے۔ ”حسنہ اور سہ“ کیونکہ حسنہ سے ان کی مراد ہر ایسی چیز ہے جس کے لئے صدر اول میں اصل موجود ہو اگرچہ اشارۃً ہی ہو جیسے مساجد کے منابر بنانا، مدارس اسلامیہ قائم کرنا، مسافر خانے تعمیر کرنا، کتابوں کی تدوین اور دلائل کی ترتیب اور اسی طرح اور بھی کئی مثالیں ہیں اور بدعت سے وہ ہے کہ صدر اول میں اس کی کوئی اصل نہ ہو۔ حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ بدعت کی قسم اول پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ اس کی اصل صدر اول میں موجود ہوتی ہے لہذا ایسا شخص مبتدع اور محدث بھی نہیں کہلائے گا بلکہ آپ بدعت کا اطلاق صرف دوسری قسم پر ہی کرتے ہیں۔ دراصل اس دوسری قسم کا مرتکب ہی مبتدع اور محدث کہلانے کا سزاوار ہے اور اس بناء پر بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا۔۔۔ کل بدعت ضلالتہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بدعت حسنہ اور سہ کے مسئلہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اور دوسرے علماء کرام کے درمیان محض نزاع لفظی ہے کہ قسم اول پر بدعت کا اطلاق کرنا چاہیے یا نہیں۔ الغرض علماء جسے بدعت حسنہ کہتے ہیں امام ربانی کے نزدیک وہ سنت میں داخل ہے۔ (حاشیہ مکتوبات شریفہ، دفتر اول مکتوب: ۱۸۶۔ از مولانا نور احمد مرحوم امرتسری مطبوعہ نقوش پریس لاہور)

ز۔۔۔ حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی علیہ الرحمہ حدیث ”من احدث فی امرنا ہذا“ (الخ) کے تحت فرماتے ہیں ولہذا قال الشیخ المجدد رضی اللہ عنہ ان العلوم التي وسائل الامر الدين كالصرف والنحو داخله في السنة ولا يطلق عليها اسم البدعة فان البدعة عنده (رضی اللہ عنہ) لیس فیہا حسن البتہ (حاشیہ انجاء الحاجہ علی سنن ابن ماجہ: ۳)

یعنی اسی بناء پر حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایسے علوم جو حصول دین کے ذرائع اور وسائل ہیں جیسے علم صرف و نحو، وہ سنت میں داخل ہیں اور حضرت شیخ مجدد ان پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ آپ کے نزدیک بدعت میں بالکل کوئی حسن نہیں ہے۔ مذکورہ بالا بحث و تحقیق سے یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ مسئلہ بدعت میں حضرت امام ربانی اور دوسرے علماء اہلسنت کے درمیان ہرگز کوئی بنیادی و حقیقی اختلاف نہیں بلکہ صرف لفظی نزاع ہے۔ مفہوم و مراد سب کے نزدیک ایک ہی ہے صرف انداز بیان اور اطلاق الفاظ میں فرق ہے۔

بینہ: حضرت علامہ محمد مراد مکی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسئلہ بدعت کے متعلق علمائے متقدمین اور آپ کے درمیان نزاع لفظی ہے مگر وہ علمائے متاخرین (ہم عصر اور ہم وطن علماء) جنہوں نے بدعت حسنہ کے دامن کو اتنا وسیع کر دیا ہے کہ بہت سی بدعات سے وہ بدعات حسنہ میں داخل کر دیا ہے (کفن میت میں عمامہ اور شملہ دستار کو بائیں طرف لٹکانا وغیرہ) جن کی اصل صدر اول میں نہیں پائی جاتی اور نہ ہی علمائے متقدمین نے ان کو بدعت حسنہ میں شمار کیا ہے۔ ان علمائے متاخرین اور آپ کے درمیان مسئلہ بدعت میں اختلاف لفظی نہیں بلکہ معنوی اور حقیقی اختلاف ہے۔ آپ نے مکاتیب عدیدہ میں بدعت کی علت کی بناء پر مولود خوانی سے منع فرمایا ہے لیکن یہ ممانعت شریعت مطہرہ سے متصادم خرافات اور طریقہ و انداز کی وجہ سے ہے۔۔۔ نہ کہ اصل میلاد سے۔۔۔ جیسا کہ آپ نے حضرت خواجہ حسام الدین احمد : رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا

در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغیر حروف قرآن است و التزام رعایت مقامات نغمہ و تردید صوت بآن بطریق الحان بالتصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح است اگر برنہ جے رخ وان نہ کہ تخریفے در کلمات قرآنی واقع نشود و در قصائد خواندن چہ مضائقہ است یعنی آپ نے مولود خوانی کے متعلق تحریر فرمایا تھا کہ اچھی آواز کے ساتھ تلاوت قرآن اور نعت و منقبت کے قصیدے پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے۔۔۔ ممنوع تو قرآنی حروف میں تحریف و تغیر کرنا، قصیدہ خوانی میں قواعد موسیقی کی رعایت کا التزام کرنا، الحان کے طریقہ سے آواز کو حلق میں پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا ہے جو کہ شعر میں بھی مباح نہیں ہے۔ اگر اس طریقہ سے مولود خوانی کریں کہ قرآنی کلمات میں کوئی تحریف واقع نہ ہو اور قصائد خوانی میں مذکورہ شرائط (سر، تال، وغیرہ) متحقق نہ ہوں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو (مولود خوانی کے جائز ہونے میں) کونسی سے چیز مانع ہے؟۔

(دفتر سوم مکتوب: ۷۲)

قرآن اور انسان

حضرت ابوالیمان علیہ الرحمہ کا ایمان افروز خطاب

ترتیب و تدوین: علامہ محمد نوید اقبال مجددی

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

(اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ یُحْدِی لِلَّتِیْ هِیْ اَنْتُمْ (الاسراء: ۹)

صدق اللہ مولانا العظیم



!حضرات محترم! معزز سامعین کرام، برادران اہل سنت

یہ مادیت اور سائنس کا دور ہے، انسان بڑی تیزی کے ساتھ اپنے رب سے دور، قرآن سے بیگانہ اور اپنے مقصد تخلیق کو بھولتا جا رہا ہے۔ اس نے شائد یہ سمجھ لیا ہے کہ میں اس دنیا میں ہمیشہ رہوں گا اس لئے یہاں ہمیشہ رہنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ یہ مال اور دولت کی فراوانی کی خواہش، یہ مضبوط اور اونچی عمارتیں، یہ بنگلے اور کوٹھیاں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ انسان اس دنیا میں مستقل طور پر رہنا چاہتا ہے حالانکہ یہ انسان کی بھول ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں

سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

انسانی زوال کے اسباب

چونکہ یہ مادی ترقی کا زمانہ ہے اس لئے روحانی پروگرام زوال پذیر نظر آتے ہیں۔ انسان نے عقل کو اپنا خدا سمجھ رکھا ہے، قوم ترقی پذیر ہے اور ارتقاء کا مفہوم معکوس ہے۔ جس مادی اور سائنسی ارتقاء کو ہم بڑی ترقی سمجھتے ہیں یہ کوئی ترقی نہیں بلکہ یہ امت مسلمہ کے زوال کا دور ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

آج کا انسان مادی ترقی میں کچھ ایسا کھو چکا ہے کہ زمین و آسمان کے قلابے ملارہا ہے۔۔۔ لوہے کے بحری جہاز بنا کر پانی پر تیرا رہا ہے۔۔۔ ہوائی جہاز بنا کر ہوا میں اڑا رہا ہے۔۔۔ چاند اور سورج تک تیر پھینک رہا ہے۔۔۔ جزائر تیرا لیے ایٹمی توانائی تیار کر رہا ہے۔۔۔ کہکشاں کی وادیوں پر! کمندیں پھینک رہا ہے۔۔۔ لیکن افسوس صد افسوس

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذر گاہوں کا

اپنے افکار کی دنیا میں سفر کرنے سکا

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا لیا

آج تک فیصلہ نفع و ضرر کرنے سکا

اندھی تقلید کے مضر اثرات

آپ یقین جانیں کہ آج یورپ نے اتنی ترقی کی ہے کہ ترقی کی آخری حدوں کو چھو لیا ہے لیکن اس کے باوجود یورپ کی ترقی یافتہ اور ترقی پذیر قومیں شور مچا رہی ہیں کہ ہم نے عقل نامتو کے ذریعے جتنی بھی ترقیاں کی ہیں ان کے باوجود انسانی زندگی کے مسائل حل نہیں ہو سکے۔ انسان آج بھی پریشان ہے۔۔۔ انسان آج بھی سکون کی دولت سے محروم ہے۔۔۔ انسان آج بھی مضطرب المزاج ہے۔۔۔ پتہ نہیں اس کو کیسے سکون ملے گا۔

اس نے دولت حاصل کر کے دیکھی، مگر انسانی مسئلہ حل نہیں ہوا۔۔۔ اقتدار کے زینے پر چڑھ کے دیکھا، مگر انسان کے اچھے ہوئے مسائل حل نہیں ہوئے۔۔۔ سائنس کے تجربے کر کے دیکھا، مگر دنیا کو سکھ اور چین کا سانس پھر بھی نصیب نہ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنی ترقی کے راز کو پا نہیں سکا۔۔۔ انسان اپنے اچھے ہوئے مسائل کو سلجھا نہیں سکا۔۔۔ انسان عاجز آ گیا ہے۔۔۔ عقل عاجز آ گئی ہے۔۔۔ سائنس جواب دے گئی ہے۔۔۔ طب جواب دے گئی ہے۔۔۔ انسان کے مسائل آج بھی اچھے ہوئے ہیں اور اچھے ہی رہیں گے۔۔۔ ساری دنیا کے اندر افراتفری کا سلامتی کونسل بھی کچھ نہیں کر سکتی۔۔۔ دنیا کے بڑے بڑے پاور والے ملک اپنے ملکی مسائل حل نہیں کر سکے۔ دو عالمگیر جنگوں کی تباہی کا منظر ساری دنیا نے دیکھا اور اگر تیسری جنگ بھی ہو گئی تو یہ تمام دنیا کے اندر جتنی مادی ترقی اور محلات و عمارات نظر آتی ہیں سب مسمار ہو جائیں گی۔ اس صورتحال سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آرہی ہے کہ انسان غلطی کر رہا ہے۔ اپنے مقصود کی طرف اس کے قدم نہیں اٹھ رہے، یہ بھٹک رہا ہے، اس لئے یہ پریشان ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر انسان کیا غلطی کر رہا ہے؟

! تو حضرات توجہ فرمائیں

آج کی انسانیت جو واضح اور فحش غلطی کر رہی ہے وہ ہے عقل کی اندھی تقلید۔ لوگوں نے عقل کو اپنا امام بنالیا ہے۔۔۔ لوگ عقل کو اپنا خدا بنا کے پوج رہے ہیں۔۔۔ جو عقل کہتی ہے وہی کرتے ہیں۔۔۔ عقل سے رہنمائی لیتے ہیں۔۔۔ عقل کو پیشوا بناتے ہیں۔۔۔ عقل کو امام بناتے ہیں۔۔۔ حالانکہ عقل نا تمام ہے۔۔۔ عقل پختہ نہیں۔۔۔ عقل منزل مقصود پر پہنچا نہیں سکتی۔۔۔ کیونکہ عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے

عشق بیچارہ نہ زاہد نہ ملانہ حکیم

! حضرات

میں جو مسئلہ عرض کر رہا ہوں اس کی تہہ تک جانے کی کوشش کریں۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ عقل انسانی خطا کرتی ہے اور بار بار کرتی ہے کیونکہ یہ غلطی کا مجسمہ ہے، لہذا عقل پر زیادہ اعتماد اور بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ ترجمان عشق و مستی علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی ضمن میں یوں کہتے ہیں

عقل ڈرتی ہے ہمیشہ گردشِ ایام سے  
عشق کی منزل پر ہے چرخِ نیلی فام سے

آپ نے کئی بارٹرین پر سفر کیا ہو گا۔۔۔ کسی اسٹیشن پر گاڑی کھڑی ہو جائے اور دوسری لائن پر دوسری گاڑی ہو تو اکثر ہم نے دیکھا ہے کہ گاڑی دوسری چلے تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری گاڑی چل رہی ہے، کبھی اپنی گاڑی چل رہی ہو تو ہم سمجھتے ہیں یہ کھڑی ہے اور وہ چل رہی ہے۔ معلوم ہوا عقل صحیح امتیاز کرنے کے قابل نہیں، عقل غلطی کھا جاتی ہے۔ علامہ اقبال نے اسی لئے کہا تھا

خرد واقف نہیں ہے نیک و بد سے

بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے

خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے

خردبیز ار دل سے دل خرد سے

بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی یہ جانتا ہے کہ میری غذا کیا ہے، اس لئے بکری کا بچہ بغیر کسی استاد کے پڑھانے کے گھاس کھاتا ہے۔ اس کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ مری غذا ہے، یہ میرے لئے جائز ہے، یہ میرے لئے حلال ہے۔ گوشت اس کے آگے رکھ بھی دو تو نہیں کھاتا کیونکہ اس کو اپنی غذا کے بارے میں علم ہے۔ وہ جانتا ہے اور اس کی فطرت میں یہ چیز ودیعت کی گئی ہے کہ وہ اپنی غذا کو پہچان لے۔ اسی طرح شیر کا بچہ بغیر استاد کے، بغیر کسی کے بتائے یہ جانتا ہے کہ میری غذا گوشت ہے، گھاس نہیں۔ گھاس اس کے آگے رکھ بھی دو تو نہیں کھائے گا منہ موڑ لے گا۔۔۔ لیکن انسان کے بچے کو کوئی پتہ نہیں کہ میری غذا کیا ہے۔ حرام آئے تو اسے بھی کھا جاتا ہے۔۔۔ حلال آئے تو اسے بھی کھا جاتا ہے۔۔۔ اور کبھی نہ کھانے والی شے بھی کھا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ انسان کی فطرت اور جبلت میں عقل کو رہنما نہیں بنایا گیا کیونکہ عقل کی رہنمائی میں یہ ضرور غلطی کرے گا۔ عقل امام نہیں بلکہ غلام ہے۔ اب آپ سوچتے ہو گئے کہ ہم تو سارے کام عقل کے ذریعے کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کی یہ سوچ بھی ادھوری ہے۔ ہر کام عقل کے ذریعے نہ کرو۔ عقل استعمال ضرور کرو لیکن عقل کی ایک حد ہے وہاں تک استعمال کرو۔۔۔ اس کے بعد حد سے نہ بڑھو۔

انسان کی راہنمائی وحی خدا ہے

حضرات!۔۔۔ انسان کی رہنمائی کرنے والی شے کا نام عقل نہیں، وحی خدا ہے۔ جو علم عقل کے ذریعے حاصل ہو اس میں غلطی کا امکان ہے اور جو بات وحی کے ذریعے حاصل ہو اس میں غلطی کا امکان نہیں۔ جن لوگوں نے عقل کو امام بنایا ہے وہ دن رات غلطیاں کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے مگر مسلمانو! تمہیں مبارک ہو، خوش نصیبو تمہیں مبارک ہو تمہاری امام عقل نہیں بلکہ تمہاری امام وحی خدا ہے۔ وحی کا مفہوم

اب آپ اس طرف توجہ فرمائیں کہ وحی کیا چیز ہے۔ وحی۔۔۔ کلام خدا کو کہتے ہیں، اللہ کے قانون کو کہتے ہیں، اللہ کے فرمان کو کہتے ہیں۔ جو علم، عقل کے ذریعے آئے اس میں التباس ہو سکتا ہے مگر جو علم، وحی کے ذریعے آئے اس میں التباس ہو اس نہیں، اس میں غلطی کا امکان نہیں، اس لئے کہ جو علم وحی کے ذریعے آیا اس کو قرآن کہتے ہیں اور خدا نے قرآن میں فرمایا

(ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ) (البقرہ: ۲)

یہ کتاب قرآن اس علم پر مشتمل ہے جس میں کوئی شک نہیں، کوئی شبہ نہیں۔۔۔ یہ علم ظنی نہیں، یقینی ہے۔۔۔ یہ علم عارضی نہیں، مستقل ہے۔۔۔ یہ علم بیرونی نہیں، اندرونی ہے۔۔۔ یہ علم حصولی نہیں حضوری ہے۔۔۔ یہ علم شبہ والا نہیں، بلکہ شبہ سے پاک ہے۔۔۔ یہ لاریب فیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ علم یقین وحی کے ذریعے مخلوق کو عطا فرمایا۔ تورات، زبور، انجیل اور قرآن یہ علم وحی کا اک نصاب ہیں۔

## کتاب اور معلم کتاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہمیں یہ علم عطا فرما کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے محبوب! میں مخلوق کو اک کتاب دے رہا ہوں اور اک تیری ذات دے رہا ہوں، انہیں صرف کتاب ہی کافی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر سکول میں صرف کتابیں رکھ دی جائیں اور کہا جائے آؤ۔۔۔ اور پڑھ کے چلے جاؤ تو کیا حاصل ہو گا؟ کچھ بھی نہیں۔ معلوم ہوا کہ کتاب کے ساتھ کوئی کتاب والا ہونا چاہیے تاکہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے وہ اس کو ادا کرے۔۔۔ اس کو پڑھائے۔۔۔ اس کا عملی نمونہ بتائے اور سیکھائے کیونکہ پڑھانے والے کے بغیر کتاب فائدہ نہیں دیتی۔

اک کتاب ہو ٹریفک کے قوانین اور قواعد و ضوابط کی۔ اگر وہ کتاب کسی چوک میں ٹیبل پر رکھ دی جائے کہ جو گاڑی کارسکوتر والا آئے گا، وہ گاڑی سے اتر کر کتاب سے ٹریفک کے قوانین پڑھ کر گاڑی چلا لے گا تو بتاؤ نظام چلے گا؟۔۔۔ ٹریفک چلے گی؟۔۔۔ ہر گز نہیں۔۔۔ بلکہ ایکسڈنٹ ہونگے۔۔۔ تصادم ہو گا۔۔۔ افراتفری ہو گی۔۔۔ ٹریفک بند ہو جائے گی۔۔۔ اور نظام معطل ہو جائے گا۔

ثابت ہوا کہ کتاب تو ہے قانون والی مگر کوئی شخصیت ایسی ہونی چاہیے جو کتاب میں موجود قوانین کا عملی نمونہ بن کے چاروں طرف سے آنے والی ٹریفک کو اپنی انگلی کے اشارے سے چلائے۔ جب تک کتاب کے ساتھ کوئی شخصیت نہ ہو جس کے اشاروں پر ٹریفک چلے، اس وقت تک نظام نہیں چل سکتا۔۔۔ اسی طرح اللہ نے کتاب تو دی ہے قرآن عظیم لیکن یاد رکھو کہ صرف قرآن ہی کافی نہیں جب تک کوئی ایسی شخصیت نہ ہو جس کے اشاروں پر نظام کائنات چلے۔

اس لئے قرآن کے ساتھ اللہ نے اک ہستی بھیجی۔۔۔ اک شخصیت بھیجی۔۔۔ اک محبوب بھیجا۔۔۔ اک نبی بھیجا۔۔۔ اک رسول بھیجا۔۔۔ اک قائد بھیجا۔۔۔ اک پیغمبر انقلاب بھیجا۔۔۔ اک داعی الی اللہ بھیجا۔۔۔ اک بشیر بھیجا۔۔۔ اک نذیر بھیجا۔۔۔ اک سراج منیر بھیجا۔۔۔ پھر ہمیں خطاب کر کے فرمایا

(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) (الاحزاب: ۲۱)

اے لوگو! یہ جو میرا محبوب آیا ہے۔۔۔ قرآن سمجھنا ہے تو اس کی ادائیں دیکھو۔۔۔ میری توحید کا مسئلہ سیکھنا ہے تو اس کی ادائیں دیکھو۔۔۔ قانون اسلام کو سیکھنا ہے تو اس کی اداؤں کو دیکھو۔۔۔ یہ نمونہ بنا کے میں نے بھیجا ہے۔۔۔ اس کی ہر ادا قابل احترام ہے۔۔۔ اس کی ہر سنت قابل تقلید ہے۔۔۔ اس کا ہر فرمان قابل تسلیم ہے۔۔۔ اس کے نقش قدم پر چلو تو میرے کہلاؤ گے۔۔۔ اس کا نقش قدم چھوڑ دو گے تو نہ قرآن تمہارے کام آئے گا نہ توحید تمہارے کام آئے گی۔

## منصب رسالت

حضرات ذی وقار! اگر اپنی عقل سے قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرو گے تو پھر بھی گمراہ ہو جاؤ گے کیونکہ عقل کی عادت اور فطرت ہے غلطی کرنا۔ اس لئے اپنی عقل کو طلاق دو۔۔۔ اپنی عقل کو ایک طرف رکھو۔۔۔ یہ جو میں نے محبوب بھیجا ہے جس طرح یہ قرآن سمجھاتا ہے اس

طرح قرآن سمجھو کیونکہ اس کی حیثیت یہ ہے **يَعْلَمُ الْكِتَابَ وَالْحِطَّةَ**  
 کتاب بھی تمہیں۔۔۔ یہ پڑھائے گا، حکمت بھی تمہیں۔۔۔ یہ سکھائے گا۔  
 قرآن لفظی اور قرآن عملی

حضرات محترم!۔۔۔ اس مختصر تمہید کے بعد یہ ثابت ہوا کہ ہمارے سامنے دو قرآن ہیں۔ اک قرآن وہ ہے جو لفظی صورت میں ہے۔ یہ جو ہمارے پاس کاغذ پر لکھا ہوا، گتے میں جلد کیا ہوا، غلاف میں لپٹا ہوا، یہ قرآن لفظی صورت میں ہے۔  
 ایک قرآن وہ ہے جو عملی صورت میں ہے اور وہ ہے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ قرآن لفظی اس وقت تک مفید مطلب نہیں جب تک اس کو اسوہ رسول کی روشنی میں عملی طور پر سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

ثابت ہوا کہ ایک قرآن لفظی صورت میں ہے ایک قرآن عملی صورت میں ہے۔ یہ قرآن جو لفظی صورت میں ہے، یہ قرآن صامت ہے۔۔۔ چپ چاپ ہے۔۔۔ بولتا نہیں۔۔۔ چلتا نہیں۔۔۔ پھرتا نہیں۔۔۔ کسی کو کچھ کہتا نہیں۔۔۔ کاغذ پہ لکھا ہوا ہے۔۔۔ الماری میں رکھا ہوا ! تو وہیں پڑا رہتا ہے۔۔۔ رحل پہ رکھ دو تو وہیں پڑا رہتا ہے۔۔۔ ہم سے باتیں نہیں کرتا۔ مگر اک قرآن وہ ہے جو آتا بھی ہے۔۔۔ جاتا بھی ہے۔۔۔ چلتا بھی ہے۔۔۔ پھرتا بھی ہے۔۔۔ کبھی مکے کی گلیوں میں۔۔۔ کبھی مدینے کی گلیوں میں۔۔۔ کبھی طائف کی وادیوں میں۔۔۔ کبھی فاران کی پہاڑیوں میں۔۔۔ کبھی غار ثور کی چوٹیوں میں۔۔۔ کبھی غار حرا کی خلوتوں میں۔۔۔ کبھی کعبے کے مرغزاروں میں۔۔۔ کبھی حجاز کے لالہ زاروں میں۔۔۔ کبھی پہاڑوں میں۔۔۔ کبھی غاروں میں۔۔۔ بقول مولانا ظفر علی خاں

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں  
 اک روز چمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں  
 گرا رض و سما کی محفل میں لولا کہ لما کا شور نہ ہو  
 یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں  
 واہ رے کالی کملی والے ملک عرب کے راج دلارے  
 روح بدن میں جیسے چھپی ہے ایسے چھپے تھے غاروں میں  
 ایک وہ قرآن ہے کہ

وہ سندر چہرہ نور بھرا وہ روپ سرو پی متوالا  
 وہ نین ریلے پریم بھرے دلدار تھا وہ دلداروں میں  
 وہ قرآن ناطق ہے۔۔۔ وہ بولتا ہوا قرآن ہے۔۔۔ صدیاں گزر گئیں ہیں مگر وہ آج بھی بول رہا ہے۔۔۔ اس کی ہر ادا بول رہی ہے۔۔۔ اس کا ہر انداز بول رہا ہے۔۔۔ اس کی ہر حرکت بول رہی ہے۔۔۔ اس کا ہر تیور بول رہا ہے۔۔۔ یہ عملی قرآن ہے

ایک ہے قرآن صامت۔۔۔ ایک ہے قرآن ناطق۔۔۔ ہیں دونوں قرآن۔۔۔ مگر فرق ہے کہ

یہ قرآن چپ چاپ۔۔۔ وہ قرآن بولتا ہوا

یہ قرآن ٹھہرا ہوا۔۔۔ وہ قرآن چلتا پھرتا

یہ قرآن لفظی۔۔۔ وہ قرآن عملی

یہ قرآن متن۔۔۔ وہ قرآن تشریح

یہ قرآن کنایہ۔۔۔ وہ قرآن تصریح

یہ قرآن اجمال۔۔۔ وہ قرآن تفصیل

ہے یہ بھی قرآن۔۔۔ ہے وہ بھی قرآن۔۔۔ مگر فرق ہے

اس کا بھی دیدار ہوتا ہے۔۔۔ اس کا بھی دیدار ہوتا ہے

اس کی بھی زیارت ہوتی ہے۔۔۔ اس کی بھی زیارت ہوتی ہے

اس کی بھی تلاوت ہوتی ہے۔۔۔ اس کی بھی تلاوت ہوتی ہے

جو اس کی تلاوت کرتا ہے وہ قاری بن جاتا ہے

جو اس کی تلاوت کرے وہ صحابی بن جاتا ہے

(سبحان اللہ)

! حضرات محترم

جب تک نبی کی سیرت۔۔۔ نبی کی سنت۔۔۔ اور نبی کی حدیث ہمارے سامنے نہ ہو، نہ قرآن سمجھا جاسکتا ہے۔۔۔ نہ قرآن پر عمل

کیا جاسکتا ہے۔۔۔ اور نہ ہی قرآن کی حقیقت حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جو شخص اپنی عقل کے ذریعے قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرے گا وہ

غلطی کرے گا اور۔۔۔ جو وحی خدا کی روشنی میں۔۔۔ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں۔۔۔ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی

روشنی میں قرآن پڑھے گا۔۔۔ سمجھے گا۔۔۔ وہی خدا تک پہنچے گا۔۔۔ اسی نے قرآن کو سمجھا ہے۔

اگر نبی کی سنت کے بغیر قرآن سمجھ میں آجاتا تو کیا ضرورت تھی کہ خدا قرآن کے ساتھ نبی کو بھیجتا۔ دیکھو اللہ کا طریقہ کار یہ ہے کہ ہر کتاب

کے ساتھ اک کتاب پڑھانے والا بھیجتا ہے۔ اسی لئے تو بھیجتا ہے کہ یہ دنیا اپنی عقل کے ذریعے کتاب کو نہیں سمجھ سکے گی کیونکہ یہ میری وحی

ہے اور وحی خدا تک انسانی عقل نہیں پہنچ سکتی لہذا اس کتاب کا مطلب وہی سمجھائے گا جو اللہ کا نمائندہ اور ترجمان بن کے آیا ہے۔۔۔ یہ ہے

حیثیت نبوت کی اور رسالت کی۔

## مقصد نزول قرآن

حضرات! قرآن کے نزول کا مقصد انسان کی ہدایت ہے اسی لئے اللہ رب العزت قرآن میں واضح اعلان فرما رہا ہے ان ہذا القرآن یہدی للتی ہی اقومیہ قرآن ہدایت دینے کیلئے آیا ہے۔۔۔ تمہیں صراط مستقیم پر چلانے آیا ہے۔۔۔ جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں۔۔۔ کوئی کجی نہیں۔۔۔ کوئی کمی نہیں۔۔۔ یہ ہمارا ہادی ہے۔۔۔ یہ ہمارا رہنما ہے۔۔۔ یہ ہمارا امام ہے۔۔۔ یہ ہمارا پیشوا ہے۔۔۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ وحی خدا ہے۔۔۔ اس میں تبدیلی نہیں۔۔۔ اس میں کوئی غلطی نہیں۔۔۔ نہ اس کی زیر بدل سکتی ہے۔۔۔ نہ اس کی زبر بدل سکتی ہے بلکہ جو اس کے زیر وزبر کو بدلنے کی کوشش کرے گا وہ خود زیر وزبر ہو جائے گا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

(لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ) (یونس: ۶۴)

(إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ) (الحجر: ۹)

اللہ کے وعدے ہیں کہ اس قرآن کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ہماری ہے۔

خدا کا منحرف اُمی نبی کی شان کو دیکھے

نبوت کو پرکھنا ہو تو اس قرآن کو دیکھے

!حضرات محترم

یہ قرآن ہماری رہنمائی کیلئے آیا ہے۔۔۔ یہ ہمارا رہنما ہے۔۔۔ یہ ہمارا امام ہے۔۔۔ یہ ہمارا استاد ہے۔۔۔ یہ ہمیں سبق سکھانے والا ہے۔۔۔ لیکن قرآن کا ماننا اس وقت تک مفید نہیں جب تک قرآن لانے والے کو نہ مانا جائے۔ قرآن کا سمجھنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک قرآن سمجھانے والے کے مطابق اس کو نہ سمجھا جائے۔ جن لوگوں نے اپنی عقل کے زور پر قرآن کو سمجھا وہ گمراہ ہو گئے۔ ہماری دعویٰ یہ ہے کہ قرآن ہمارا رہنما ہے لیکن اس کا معلم کملی والا مصطفیٰ ہے۔ مدرسہ خدا کا ہے اور مدرسے کا نام بیت اللہ ہے، کتاب خدا کی ہے اور کتاب کا نام کتاب اللہ ہے۔ مدرسہ رب نے بنایا ہے اور وہ خود اللہ ہے۔ پڑھانے کیلئے اس میں مصطفیٰ آیا ہے جو رسول اللہ ہے۔ لہذا یہ وہ کتاب ہے جو نغمہ ازلی ہے۔۔۔ یہ وہ سرود سرمدی ہے۔۔۔ یہ وہ نغمہ لاہوتی ہے۔۔۔ یہ وہ قرآن مجید ہے۔۔۔ یہ وہ فرقان حمید ہے۔۔۔ یہ وہ کتاب عظیم ہے۔۔۔ یہ وہ خزانہ جامعہ ہے۔۔۔ یہ وہ نسخہ کیمیاء ہے جس کے متعلق خود خالق کائنات نے ارشاد فرمایا: وَنُزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ نَافُوسٌ شَافِئَةٌ وَرَحْمَةٌ (الشوریٰ: ۸۲)

اس قرآن کے اندر شفاء ہے۔۔۔ رحمت ہے۔۔۔ ہدایت ہے۔۔۔ برکت ہے۔۔۔ علم ہے۔۔۔ رہنمائی ہے۔۔۔ یہ دنیا کی امامت کرنے آیا ہے۔۔۔ یہ دنیا کی قیادت کرنے آیا ہے۔۔۔ یہ دنیا کی سیادت کرنے آیا ہے۔۔۔ یہ کائنات کو منزل مقصود پر پہنچانے آیا ہے۔۔۔ یہ ذرے کو آفتاب بنانے آیا ہے۔۔۔ یہ قطرے کو سمندر بنانے آیا ہے۔۔۔ یہ ذرے کو گوہر بنانے آیا ہے۔۔۔ یہ روتوں کو ہنسٹانے آیا ہے۔۔۔ یہ جلتوں کو بجھانے آیا ہے۔۔۔ یہ گرتوں کو اٹھانے آیا ہے۔۔۔ اور قریب بلا کے سینے سے لگا کے رب سے ملانے آیا ہے۔

آں کتاب زندہ قرآن حکیم

حکمت اولایزال است و قدیم

قرآن کی دو حیثیتیں

یہ کتاب اس لئے بھی صرف عقل کے بل بوتے پر نہیں سمجھی جاتی کہلھا ظہرو بطن۔۔۔ اک قرآن کا ظاہر ہے، اک قرآن کا باطن ہے۔ ظاہری قرآن تو تم اپنی زبانوں سے ادا کر لو گے۔۔۔ مگر باطن قرآن کو کون سمجھے گا؟۔۔۔ باطن قرآن سمجھنا ہے تو وحی خدا سے روشنی لے کر سمجھا جائے گا۔ قرآن کی تلاوت بڑا ثواب ہے۔ خوش نصیب ہے وہ مسلمان جو روزانہ صبح اٹھ کے قرآن پڑھتا ہے، اپنے بچوں کو قرآن پڑھاتا ہے کیونکہ بفرمان حدیث اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ اَفْضَلُ عِبَادَاتِ تِلَاوَةِ قرآن ہے۔ جب بندہ قرآن پڑھتا ہے تو اصل میں اپنے رب سے باتیں کرتا ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ داتا صاحب سے باتیں کریں تو کشف المحجوب پڑھیں۔۔۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ امام ربانی مجدد الف ثانی سے باتیں کریں تو مکتوبات امام ربانی پڑھیں۔۔۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے بات کریں تو عوارف المعارف پڑھیں۔۔۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ غوث اعظم حضرت پیر عبدالقادر جیلانی سے بات کریں تو ان کی فتوح الغیب پڑھیں۔۔۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ خدا سے بات کریں تو رب کا قرآن پڑھیں۔ قرآن پڑھنے والا واللہ خدا سے ہمکلام ہوتا ہے۔

:قرآن پڑھنے کے کئی طریقے ہیں۔ قرآن کہتا ہے

(لَوْ اَنْزَلْنَاهُ الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَاٰیْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خُشْيَةِ اللّٰهِ) (الحشر: ۲۱)

اگر یہ قرآن بلند پہاڑوں پر نازل ہوتا۔۔۔ اس کی ہیبت، اس کے پرتاؤ، اس کے انوار، اس کے اسرار، اس کے رموز، اس کے علوم لدنیہ، اس کے علوم باطنیہ، اس کی حقیقت، اس کا فیض ازلی اور ابدی اگر پہاڑوں پر نازل ہوں تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔۔۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔۔۔ اور ہیبت الہی سے سرمہ بن جائیں۔

تلاوت قرآن کے دو انداز

حضرات! تلاوت قرآن کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم قرآن پڑھو تو اپنے وجود بشری سے نکل جاؤ اور وجود مہوب حقانی جو جان پاک ہے جس کا تعلق ذات پاک کے ساتھ ہے، اس سے لو لگا لو۔۔۔ فنا کے مقام پر چلے جاؤ۔۔۔ اپنے بشری عوارض چھوڑ دو۔۔۔ بشریت کو چھٹی دے دو۔۔۔ اپنی ہستی کو ختم کر کے نیست ہو جاؤ اور قرآن یوں پڑھو کہ قرآن مجھ پر اتر رہا ہے۔۔۔ نازل ہو رہا ہے پھر تیرے دل کے طور پر قرآن اترے گا۔ اب اندازہ کرو! کہ طور پر اک فاتی تجلی سے اگر موسیٰ بیہوش ہو سکتے ہیں تو تمہارا کیا حال ہو گا؟ اے بندہ مومن! قرآن پڑھ۔۔۔ لیکن وجود بشری سے نکل کر پڑھ۔۔۔ اغراض نفسانی چھوڑ کر پڑھ۔۔۔ خدا کی رضائیں ڈوب کر پڑھ۔۔۔ خلوص کا پیکر بن کے پڑھ پھر دیکھ قرآن

تیرے اوپر کیا تاثیر کرتا ہے۔ اللہ اللہ

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب



گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشف

صوفیاء کہتے ہیں ایک ہے زبان سے تلاوت۔۔۔ ایک ہے قلب سے تلاوت۔۔۔ ایک ہے نفس سے تلاوت۔۔۔ ایک ہے روح سے تلاوت

---

مادی زبان سے قرآن کی تلاوت کرنا اور بات ہے۔۔۔ اور دل سے قرآن پڑھنا اور بات ہے۔۔۔ اس مادی زبان سے فر فر قرآن حافظ بھی پڑھتے ہیں۔۔۔ قاری بھی پڑھتے ہیں۔۔۔ مسلمان بھی پڑھتے ہیں۔۔۔ غیر مسلم بھی پڑھتے ہیں خواہ کسی مقصد سے پڑھتے ہوں۔۔۔ گمراہ اور بد عقیدہ فرقے بھی پڑھتے ہیں لیکن صرف پڑھتے ہیں مگر ہوتا کچھ بھی نہیں۔۔۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بخاری شریف میں ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(رَبُّ تَالٍ لِّلْقُرْآنِ يَفْرُقُ بَيْنَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنِ لَا يَجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ) (او کمال قال

یعنی آخر زمانے میں میری امت کے اندر کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قرآن بڑا پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ قرآن ان کی زبان پر تو رہے گا مگر دل میں نہیں جائے گا۔ ثابت ہوا کہ زبان سے قرآن پڑھنا اس وقت تک مفید نہیں جب تک تیرا دل قرآن نہ پڑھے۔ جب کسی کا دل قرآن پڑھے تو اس تلاوت سے جو نور نکلتا ہے وہ فرشتوں کی غذا بنتا ہے۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل کی زبان سے قرآن پڑھو۔ جب اک بار اک لفظ پڑھو گے تو وہ اک لفظ پہاڑ اور بجلیاں بن کے تیرے نفس اور خواہشات کو تباہ و برباد کر دے گا اور تجھے رب کے قریب کر دے گا۔ پھر تو اک بار قرآن پڑھے گا تو اللہ سو بار تجھے لبیک کہے گا اے میرے بندے میں حاضر ہوں میں تیرے پاس ہوں، میں تیری تلاوت سن رہا ہوں۔

!حضرات

ایک قرآن وہ ہے جو ہم عام لوگ پڑھتے ہیں۔۔۔ ایک قرآن وہ ہے جو بابا فرید نے پڑھا تھا۔ اک قرآن وہ ہے جو مولوی پڑھتا ہے۔۔۔ اک قرآن وہ ہے جو شہیدوں نے پڑھا ہے۔ یہ بھی قرآن ہے وہ بھی قرآن ہے۔۔۔ مگر پڑھنے والے جدا جدا ہیں۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں

کر گس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن

ملا کی ازاں اور، مجاہد کی ازاں اور

اے قرآن پڑھنے والو! تلاوت کا بڑا ثواب ہے، تلاوت ضرور کرو لیکن زبان سے تلاوت کرنے کے بعد۔۔۔ پھر دل سے تلاوت کرنے کا طریقہ سیکھو۔۔۔ پھر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔ اس قرآن کی صورت میں خدا نے ہمیں جو خط لکھا ہے۔۔۔ جو چٹھی بھیجی ہے۔۔۔ جو پیغام دیا ہے۔۔۔ ہماری رہنمائی کیلئے جو فارمولا تیار کیا ہے۔۔۔ اللہ نے ہمارے نظام زندگی کیلئے جو آئین تیار کیا ہے۔۔۔ جو دستور دیا

ہے۔۔۔ جو منشور بنایا ہے۔۔۔ اس میں ہمیں رہنے سہنے کے جو طریقے سیکھائے ہیں۔۔۔ بود و باش کے جو سلیقے سکھائے ہیں۔۔۔ مرنے اور جینے کے جو آداب سکھائے ہیں۔۔۔ کھانے اور پینے کے جو اطوار سمجھائے ہیں۔۔۔ چونکہ یہ ہمارے لئے آیا ہے لہذا ہم اس کو پڑھ کے اپنی عملی زندگی میں نافذ کریں اور اس پر عمل کر کے سچے مسلمان بن جائیں۔

اگر ہم نے صرف یہی سمجھ رکھا ہے کہ قرآن کی صرف زبانی تلاوت کر کے۔۔۔ پھر بند کر کے خوشبو لگا کے۔۔۔ غلاف میں لپیٹ کے۔۔۔ گھر کے اندر رکھ دو تو کاروبار میں برکت ہوگی۔۔۔ تو اے غافل مسلمان! تو قرآن کا مطلب ہی نہیں سمجھا۔ قرآن اس لئے نہیں آیا تھا کہ اس کو غلافوں میں لپیٹ کر صرف برکت کیلئے گھروں میں رکھ لیا جائے۔۔۔ قرآن اس لئے نہیں آیا کہ اس کے تعویذ بنا کے گلے میں لٹکا لئے جائیں۔۔۔ قرآن صرف اس لئے نہیں آیا کہ قرآن ختم پڑھا کے مردوں کو ثواب بخش دیا جائے۔۔۔ یہ ٹھیک ہے کہ قرآن کے بڑے فائدے ہیں۔۔۔ مردوں کو ثواب بھی پہنچتا ہے۔۔۔ گلے میں تعویذ بنا کے لٹکائیں تو فائدہ بھی ملتا ہے۔۔۔ گھر میں رکھیں تو برکت بھی ملتی ہے لیکن یہ تو تیرے مقصد ہیں، قرآن کا مقصد تو نہیں۔ قرآن کا مقصد یہ ہے کہ تو خدا تک پہنچ جائے۔۔۔ اس بات کو بھی تو حاصل کر۔

قرآن کا کمال

حضرات! قرآن کا کمال دیکھو کہ یہ عرب کی جس قوم کے پاس آیا۔۔۔ سب سے پہلے جس قوم نے نبی کی زبان سے سنا۔۔۔ وہ اولین مخاطب کون ہیں؟ وہ اقوام عرب ہیں، پھر آگے ساری دنیا سے مخاطب ہے۔ قرآن ایسی قوم کے پاس آیا جو ساری دنیا میں بدترین، سب سے زیادہ جاہل اور سب سے زیادہ سنگدل قوم تھی۔ ایسی قوم جس کے پاس نہ تہذیب تھی۔۔۔ نہ تمدن۔۔۔ نہ شرافت تھی نہ انسانیت۔۔۔ نہ اخلاق تھانہ کردار۔۔۔ دنیا کے اندر ہر طبقے اور ہر ملک میں جاہل پیدا ہوتے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں یہ اور بات ہے لیکن جس قوم میں سب سے پہلے قرآن آیا اس قوم میں جاہل ہی نہیں ابو جاہل پیدا ہوتے تھے۔ خدا نے سب سے پہلے ہدایت کے لئے اسی قوم کا انتخاب کیا تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ قرآن کی تاثیر کیا ہے۔

اس میں ایسی تاثیر ہے کہ دنیا میں سب سے گئی گزری قوم بھی اگر اس کو پڑھ لے تو کائنات کی امام بن سکتی ہے۔ قرآن آیا عرب کے اس خطے میں جہاں جاہل قوم پتھروں کو خدا کہتی تھی لیکن اس اجڑ اور جاہل قوم میں وہ لوگ جو بدو تھے، وہ لوگ جو گڈریے تھے، وہ لوگ جو اونٹ چرانے والے تھے، جب ان کے پاس قرآن آگیا۔۔۔ جب ان کے پاس وحی خدا آگئی۔۔۔ جب ان کے پاس کتاب آگئی۔۔۔ جب مکملی والے آقائے انہیں نسخہ کی میاں دے دیا۔۔۔ جب انہوں نے اسے نبی کی زبان سے سنا۔۔۔ پھر نبی کی اداؤں سے اس کو سمجھا۔۔۔ پھر پڑھ کے سمجھ کے اس پر عمل کیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ

جو ادنیٰ تھے وہ اعلیٰ ہو گئے۔۔۔ جو ذرے تھے وہ آفتاب بن گئے۔۔۔ جو قطرے تھے وہ سمندر بن گئے۔۔۔ جو بے زر تھے وہ ابو ذر بن گئے۔۔۔ جو حبشی تھے وہ عرشی بن گئے۔۔۔ جو اعرابی تھے وہ صحابی بن گئے۔۔۔ جو گدا تھے وہ کجلاہ بن گئے۔۔۔ جو بے نوا تھے وہ بادشاہ بن گئے۔۔۔ جو کچھ نہ تھے وہ سب کچھ بن گئے۔۔۔ جو بیگانے تھے وہ یگانے بن گئے۔۔۔ جو عام تھے وہ خاص بن گئے۔۔۔ جو خاص تھے وہ انسان بن گئے۔۔۔

گئے۔۔۔ جو انسان تھے وہ مسلمان بن گئے۔۔۔ جو مسلمان تھے وہ سلمان بن گئے۔۔۔ اور جو سلمان تھے وہ فخر سلیمان بن گئے۔

احساس مرگ وزیست کے قابل بنادیا

جس دل کو تو نے دیکھ لیا دل بنادیا

حضرات! اسی قرآن کی برکت سے

جو ابو بکر تھا وہ صدیق اکبر بن گیا۔۔۔ جو عمر تھا وہ فاروق اعظم بن گیا۔۔۔ جو عثمان تھا وہ ذوالنورین بن گیا۔۔۔ جو علی تھا وہ شیر خدا بن

گیا۔۔۔ بات کیا تھی؟ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوا۔۔۔؟

سنو! وہ بے تربیت اور اونٹ چرانے والے لوگ جب اس قرآن کو پڑھنے لگے تو پھر کیا ہوا۔۔۔ پھر ایران فتح ہو گیا۔۔۔ روم فتح ہو گیا۔۔۔ یہ

لوگ دنیا کے فاتح بن گئے۔۔۔ بقول مولانا ظفر علی خاں

نہ ایراں سے نہ روموں سے دے

چند بے تربیت اونٹوں کے چرانے والے

حضرات یاد رکھو! یہ لوگ سکول میں کبھی گئے نہیں۔۔۔ استاد کے سامنے بیٹھے نہیں۔۔۔ قلم پکڑا نہیں۔۔۔ تختی لکھی نہیں۔۔۔ کالج میں

گئے نہیں۔۔۔ ڈگری لی نہیں۔۔۔ سند حاصل کی نہیں۔۔۔ بس اپنے نبی کی صحبت میں بیٹھے۔۔۔ قرآن پڑھا۔۔۔ پھر سمجھا۔۔۔ اور اس پر عمل

کیا۔۔۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ساری دنیا کے ایسے امام بن گئے کہ وقت کے بڑے بڑے جابر بادشاہ بھی ان کا نام سن کے کانپ جاتے تھے۔

مسلمان وہ مسلمان تھے جو میدان میں نکل آئے

تو اس کے ساتھ قیصر اور کسریٰ کو کچل آئے

جہاں پہنچے زمین کو آسمان سے کر دیا اونچا

جہاں ٹھہرے درو دیوار کا نقشہ بدل آئے

!حضرات

ہم عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کی طرف سے یہ دعوت عام کرنا چاہتے ہیں کہ آؤ قرآن پڑھیں۔۔۔ آؤ قرآن سیکھیں۔۔۔ آؤ قرآن سمجھیں

۔۔۔ آؤ قرآن پر عمل کریں۔

رب ذوالجلال کی قسم جو قرآن سمجھ لے گا۔۔۔ اس کے مصائب ختم ہو جائیں گے۔۔۔ اس کی پریشانیاں چلی جائیں گی۔۔۔ غم کے اندھیرے

چھٹ جائیں گے۔۔۔ ظلمت کے اندھیرے مٹ جائیں گے۔۔۔ پھر سکون آئے گا۔۔۔ اطمینان آئے گا۔۔۔ جنت ملے گی۔۔۔ نجات ملے

گی۔۔۔ کامیابی ملے گی۔۔۔ روحانی سکون ملے گا۔۔۔ نظام کائنات ٹھیک ہو جائے گا اور تمہارے گھر میں۔۔۔ تمہاری گلی میں۔۔۔ تمہارے

محله میں جنت کا نمونہ بن جائے گا۔

یہی ہے آرزو تعلیم قرآن عام ہو جائے  
 کلام اللہ سے ہر مسلم کا دل پر نور ہو جائے  
 ہر اک پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہو جائے  
 تمنا ہے کہ دنیا سے جہالت دور ہو جائے  
 وما علینا الا البلاغ المبین

سما نحمدہ وارتحل۔۔۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

سراج العارفین حضرت ابوالبلیان رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز چوہدری ریاض احمد سرانے عالمگیر میں قضائے الہی سے وفات پا گئے۔ مرحوم بڑے  
 زندہ دل، پابند صوم و صلوٰۃ اور ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین  
 ز۔۔۔ ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام کے ناظم مالیات شہزادہ محمد عارف مجددی کا نومولود بھانجا اہل خانہ کو سو گوار کر گیا۔  
 ز۔۔۔ معروف ثناء خوان رسول صوفی غلام رسول چشتی (گوجرانوالہ) کا جواں سال بیٹا اچانک داغ مفارقت دے گیا۔  
 ز۔۔۔ حافظ افتخار احمد مجددی (فرید ٹاؤن گوجرانوالہ) کے پھوپھا جان بھی پچھلے ماہ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔  
 اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی کامل بخشش فرمائے اور جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے آمین۔ ادارہ تمام سو گواران کا شریک غم ہے۔

شمس الدین، قیوم چہارم

حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی قدس سرہ العزیز

از افادات حضرت ابوالبلیان علیہ الرحمہ

آپ کی ولادت ۵ ذیقعد ۱۰۹۳ھ بروز پیر سرہند شریف میں ہوئی۔ ہدایت نبی علی صاحبہا الصلوٰۃ کے مطابق آپ کا اسم گرامی محمد زبیر کنیت  
 ابوالبرکات اور لقب شمس الدین رکھا گیا۔ آپ قیوم ثالث حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی قدس سرہ العزیز کے پوتے اور جانشین ہیں۔ آپ کا  
 سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی قدس سرہ العزیز تک یوں پہنچتا ہے خواجہ محمد زبیر بن خواجہ ابو العلیٰ بن خواجہ محمد نقشبند ثانی بن  
 خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ اسرارہم۔

آپ نے عام بچوں کی طرح کبھی ستر یا بدن مبارک بول و براز سے ملوث نہ کیا، برہنہ رہنے سے طبعاً متنفر تھے۔ آپ نے کبھی دایہ سے خود بخود  
 دودھ نہ مانگا اور نہ ہی بچوں کی طرح روتے۔ آپ کھیل کود میں مصروف نہ ہوئے۔۔۔ اگر ہم عمر بچے آپ کو کھیل کود کی طرف رغبت دلاتے  
 تو آپ ہر گز کھیل کی طرف مائل نہ ہوتے اور نہ ہی خواہش کرتے بلکہ زبان مبارک سے فرماتے کہ اپنے اوقات پیری مریدی میں صرف کرنا

خوش وقتی ہے۔ اپنے دادا محترم حضرت قیوم ثالث کی طرح لوگوں کو توجہات قدسیہ سے نوازتے اور بشارات سے مشرف فرمایا کرتے تھے۔

محیط فیض زیبا گوہرے آمد پدید

بر سپہر شرع روشن اخترے آمد پدید

تعلیم و تربیت

جب آپ کی عمر مبارک چار برس چار ماہ ہوئی تو آپ کو ایک سعادت مند ادیب اور طالع مند اتالیق کے سپرد کیا گیا اور اصلاح طبع کے لئے کئی خرد پرور اور سخن ورد انشور مقرر کیے گئے کہ آپ اپنا وقت تکمیل علوم اور تحصیل فضائل میں صرف کریں۔۔۔ چنانچہ آپ نے اپنی ادائے کریمانہ اور قدوم میمنت لزوم سے استاد یگانہ کی نگاہوں میں گھر کر لیا۔

دلستان از قدومش شد گلستاں

کہ یابد ایں چنین حولی استاں

دورانِ بچپن آپ پر بعض اوقات ایسے قوی احوال و واردات طاری ہوتے جو طبع مبارک کو اتنا متغیر کرتے کہ آپ بے خود ہو جاتے۔ اگر کوئی ان کیفیات کی بابت دریافت کرتا تو آپ مطلع نہ فرماتے۔

ہر کسے را سر حق آموختند

مہر کردند و دہانش وختند

ان احوال و معارف کے متعلق آپ کے جد کریم قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ یہ مناصب احمدیہ کے دینیہ اور کمالات معصومیہ کے خزانہ کے خفیہ اسرار ہیں جو مبارک وقت میں جلوہ گر ہوتے رہتے ہیں۔ سات برس کی عمر میں ہی شائستگی حال، آراستگی مقال، اوضاع کریمانہ اور اطوار بزرگانہ آپ کی جبین سعادت سے ہویدا ہو گئے تھے۔ ابھی آپ کی عمر تیرہ برس ہوئی کہ والد گرامی حضرت شیخ ابوالعلی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا اس لئے آپ کی ظاہری و باطنی پرورش آپ کے جد امجد قدس سرہ العزیز نے ہی فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ کم سنی میں ہی آپ پر استغراق کا غلبہ رہتا تھا۔

زیارت حرین طیبین

حضرت قیوم ثالث قدس سرہ العزیز اپنے پوتے قیوم چہارم حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ العزیز کو ہمراہ لے کر حجاز مقدس روانہ ہوئے جہاں حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ اجل حضرت شیخ مراد شامی (جو ملک شام کے سب سے بڑے شیخ تھے) نے اپنے صاحبزادے شیخ محمد شامی کو حضرت خواجہ محمد زبیر کا مرید کروادیا حضرت قیوم ثالث قدس سرہ العزیز نے ان کی باطنی تربیت فرما کر خلافت عنایت فرمائی تو آپ بے شمار لوگوں کی رشد و ہدایت کا باعث ہوئے۔ آپ کی خانقاہ کا سالانہ خرچہ تین لاکھ دینار ہوتا، سلطان روم بھی انہیں کامرید تھا۔

## خلعت قیومیت

قیوم اول حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کو جس برس ”تجدید الف ثانی“ کا منصب عظیم عطا ہوا تھا اس کے پورے سو برس بعد 1111ھ میں حضرت قیوم ثالث نے جہاں دیدہ سلطان اور نگ زیب کے لشکر شاہی میں آپ کو اپنا نائب مناب بنا کر قطب الاقطابی اور خلعت قیومیت پہنا کر اپنا جانشین مقرر فرمادیا اور اپنے تمام خلفاء اور مریدوں کی تربیت آپ کے سپرد فرمادی۔ (اسی سال ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ بروز جمعۃ المبارک بوقت فجر حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔) سلطان آپ کی حیرت انگیز ذکاوت طبع اور فہم و فراست دیکھ کر کہتا تھا کہ جو بزرگی و فراست اس خورد سال بچے میں ہے کسی سال خوردہ میں بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔

جب ۱۱۱۴ھ کو حضرت قیوم ثالث کا وصال ہو گیا تو یکم صفر المظفر ۱۱۱۴ھ بروز ہفتہ آپ مسند قیومیت پر جلوہ افروز ہوئے۔ (اسی برس ۴ شوال ۱۱۱۴ھ کو بروز بدھ بوقت طلوع آفتاب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز متولد ہوئے)

## معمولات مبارکہ

آپ متبع سنت اور کثیر العبادت تھے، نماز تہجد میں ساٹھ مرتبہ سورہ لے س پڑھا کرتے اور نماز ظہر سے قبل ختم خواجگان نقشبندیہ اور ختم مجددیہ اصحاب کے ساتھ بیٹھ کر پڑھتے۔ نماز عصر کے بعد مشکوٰۃ شریف یا مکتوبات امام ربانی کا درس ارشاد فرماتے۔ ۲۴ ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ۔۔۔ ۱۵ ہزار مرتبہ ذکر اسم ذات دن کو۔۔۔ اور ۵ ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ اور ہزار مرتبہ درود شریف رات کو آپ کا دائمی وظیفہ تھا۔ نماز مغرب کے بعد صلوٰۃ اوابین میں دس پارے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔

آپ کا حلقہ مریدین بہت وسیع تھا، زمانے کے بڑے بڑے علماء و امراء آپ کے معتقد تھے۔ جنہیں آپ توجہات قدسیہ سے نوازتے اور ان کی روحانی تربیت فرماتے تھے۔ آپ جب کبھی عیادت مریض یا مجلس وعظ میں شمولیت کے لئے دولت کدہ سے باہر تشریف لاتے تو شاہی امراء اپنے دو شالے اور پگڑیاں متبرک بنانے کے لئے فرش راہ کرتے تاکہ آپ کے قدم مبارک زمین پر نہ پڑیں۔

## علوم مرتبت

آپ ایک مرتبہ کسی تقریب میں شرکت کے لئے جامع مسجد کے قریب سے گزرے اور سواری کے ساتھ بے شمار ارادت مندوں کا جم غفیر تھا۔ حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد سے آپ کی سواری کی رونق دیکھ کر اپنی کملی اتار کر پھینکتے ہوئے فرمایا ”اسے جلادو“ خدام نے جب سبب دریافت کیا تو فرمایا

اس بزرگ کی سواری میں اس قدر نور ہے کہ اس کا ایک شمشہ بھی میں نے اپنی کملی میں نہیں دیکھا۔۔۔ حالانکہ تیس برس سے اس کملی میں ریاضت کر رہا ہوں۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ حضرت خواجہ محمد زبیر ہیں۔۔۔ تو فرمایا الحمد للہ! یہ تو ہمارے پیر زادہ ہیں، ہماری آبرورہ گئی۔)

واضح رہے کہ حضرت شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت امام ربانی کے صاحبزادے حضرت خواجہ عبدالاحد کے مرید تھے۔ آپ کا سن وصال ۱۱۵۲ھ ہے مرقد انور دہلی میں ہے۔

القائے نسبت

ایک شخص آپ کی خدمت بابرکت میں عرض گزار ہوا کہ خاندان مجددیہ رضی اللہ عنہم کی نسبت مجھے ایک توجہ میں عنایت فرمادیں تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ معمول نہیں ہے۔ اگر نسبت ایک ہی توجہ میں دی جائے تو اس کا تحمل اور حوصلہ بشریت سے باہر ہے۔۔۔ مگر وہ شخص اپنے سوال پر مصر رہا اور مزید الحاح و زاری سے عرض کرنے لگا۔ ناچار آپ نے تمام نسبت ایک ہی توجہ میں یکبارگی القاء فرمادی مگر وہ شخص تاب نہ لاسکا اور شہید عشق ہو گیا۔

وفات حسرت آیات

آپ ۳۸ برس مسند قیومیت پر رونق افروز رہ کر ۴ ذیقعدہ ۱۱۵۲ھ / ۱۷۴۰ء بمصر ۵۹ برس بروز بدھ بوقت اشراق دہلی میں دارفانی سے رخصت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کی مرقد انور سرہند شریف میں ہے  
ابرر حمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے  
حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے

یادِ رفتگاں

قطب الاولیاء، مظہر انوار خفی و جلی

حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی قدس سرہ العزیز

از افادات: حضرت ابوالبیان علیہ الرحمہ

آپ قطب الکونین حضرت خواجہ سید محمد حسین شاہ قدس سرہ کے خلیفہ خاص تھے۔ آپ کی ولادت ۱۹۰۱ء میں موضع آلو مہار شریف میں ہوئی۔ آپ کا آبائی گاؤں گوجرانوالہ کے نواح میں موضع ماچھیکے سندھواں ہے چونکہ آپ کے والدین نے ساری عمر مشائخ آلو مہار شریف کی خدمت میں گزاری تھی اور وہیں سکونت پذیر تھے، اسی لئے آپ کی ولادت بھی وہیں ہوئی۔

آپ کا اسم گرامی محمد علی اور والد ماجد کا نام خواجہ رکن الدین تھا۔ آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے، اسی لئے نسباً صدیقی کہلاتے تھے۔ سندھ اور پنجاب میں جس ڈول بادشاہ کی جو دو سخا کے قصے خاص و عام میں مشہور تھے، یہ بادشاہ اسی خاندان کا ایک فرد تھا۔ ڈول بادشاہ کے شہزادوں میں سے ایک شہزادے نے حکمرانی چھوڑ کر فقر و درویشی کا راستہ اختیار کیا۔ اس طرح یہ خاندان جو پہلے جسموں پر حکمران تھا اب دلوں پر حکومت کرنے لگا۔

## تعلیم و تربیت

حضرت خواجہ صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی تخنیک (گرتی) کے ساتھ ساتھ پرورش اور تعلیم و تربیت کے مراحل میں قطب زمانہ، غوثِ یگانہ حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہات شامل حال رہیں۔ کبھی آپ کی گود میں اور کبھی کندھوں پر سواری فرماتے رہے، حضرت خواجہ نے ولادت کے روز ہی اپنی تسبیح مبارک آپ کے گلے میں ڈال دی اور فرمایا یہ بچہ ولی ہو گا غالباً یہی وجہ تھی کہ بچپن سے ہی آپ پر عشق و محبت اور جذب و مستی کی کیفیات کا غلبہ تھا۔ حافظ صاحب سے قرآن حکیم ناظرہ پڑھا اور کچھ سکول کی تعلیم حاصل کی مگر جذبہ اس قدر طاری تھا کہ یہ کیفیت علوم کے حاصل کرنے میں رکاوٹ ثابت ہونے لگی۔ آپ عام بچوں سے بالکل الگ اور مختلف تھے۔ چونکہ آپ مادر زاد ولی تھے لہذا ہر وقت مراقبہ اور ذکر میں مصروف رہتے، فضول قسم کے کھیل کود میں کبھی حصہ نہ لیتے، آپ کو علم لدنی سے وافر حصہ عطا ہوا تھا۔ آپ کی مجلس میں وقت کے علماء حاضر ہوتے تو آپ ان کو بھی تبلیغ فرماتے۔ کتابت اور نقشہ نویسی میں بغیر محنت کے آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ کو ہندی، اردو اور پنجابی زبانوں پر دسترس حاصل تھی، کبھی کبھار درو سوز کی کیفیات میں ڈوب کر پنجابی کے دوچار شعر بھی فرمایا کرتے، نمونہ کے طور پر تین شعر نذر قارئین ہیں۔

شوق طوفان سمندر وانگوں اندر ٹھاٹھاں مارے

اگ فراق نے مار جلا یا وسدے دور پیارے

ادھی راتیں اٹھ اٹھ کے تے آہیں مار پکاراں

تیرے باجھ مدینے والے، کون لوے گاساراں

نیک عمل میں کرنہ سکیا، اینویں عمر گزاری

المد دیا کئی، مدنی، روواں کر کرزاری

تحصیل سلوک

آپ ازل ہی سے فقر و ولایت کی دولت سے مالا مال تھے اور اولیاء کی تربیت نیز پاکیزہ سیرت و کردار کے حامل والدین کی پرورش و شفقت اس پر مستزاد۔

حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ کی روحانی توجہات اور دعاؤں کے علاوہ عارف کامل حضرت خواجہ پیر سید محمد حسین شاہ علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر حصول بیعت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا، آپ کی صحبت میں ہی سلوک نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم پائی اور آپ نے ہی ظاہری خلافت و اجازت سے نوازا۔ باطنی خلافت آپ کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہوئی اور سرہند شریف کئی سال تک حاضر رہنے کے بعد سلوک کی تکمیل ہوئی۔



## نسبتِ اولیٰ

آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت امام ربانی اور حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ (آلو مہار شریف) کے اولیٰ تھے اور اکثر اوقات انہی حضرات کی ظاہری و باطنی حاضری و حضوری سے مشرف رہتے۔

## اکتسابِ فیض

آپ نے جن اولیاء کرام کی خدمت اور ظاہری صحبت میں حاضر ہو کر اکتسابِ فیض کیا، ان کے اسماء گرامی حسبِ ذیل ہیں۔

(شمس الہند خواجہ سید محمد چمن شاہ نوری دائم الحضور) (آلو مہار شریف)

(حضرت خواجہ پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی) (علی پور شریف)

(حضرت خواجہ پیر سید حیدر شاہ کالی چادر والے) (چورہ شریف)

(حضرت میاں شیر محمد شر قپوری) (شر قپور شریف)

## اہلِ قبور سے فیض

آپ نے مندرجہ ذیل بزرگانِ دین کی قبور مقدسہ پر حاضر ہو کر فیض حاصل کیا۔

حضرت سید مخدوم علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی دیوان شیر چاولی از مشائخ ضلع ساہیوال

حضرت خواجہ سید چمن شاہ نوری آلو مہار شریف

## اخلاق و عادات

آپ صورت و سیرت میں سلف صالحین کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ دورِ اول کے صوفیائے کرام کے قافلے سے بچھڑ کر ایک مسافر اس دور میں آگیا ہے۔ آپ انتہائی بلند کردار، عالی ظرف، خوش خلق، غریب پرور، پیکرِ عشق و محبت، خادمِ دین و ملت، تکبر و غرور سے خالی، فقر و فاقہ کے عادی اور زہد و توکل کا کوہِ گراں تھے۔ آپ کی راتیں عبادت میں اور دن ریاضت میں بسر ہوتے، درویشوں اور مہمانوں کی خدمت آپ کا خصوصی مشغلہ تھا۔ علماء کے احترام میں پورا پورا اہتمام فرماتے۔ آپ کا کردار سپیدہٴ صبح سے زیادہ صاف اور شبنم سے زیادہ پاکیزہ تھا۔ حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ بڑے سے بڑے حاکم کو بھی خاطر میں نہ لاتے۔ دردِ دل کا یہ عالم تھا کہ کمزور اور بیمار جانوروں کی بھی خدمت کرتے، کسی پریشان حال کو دیکھتے تو بے اختیار آنکھیں چھلک پڑتیں، کسی فاقہ مست غمزدہ کو دیکھتے تو جو کچھ جیب میں ہوتا اس کے حوالے کر دیتے اور خود کئی کئی دن فاقہ مستی کی حالت میں رہتے مگر کبھی اظہار نہ فرماتے۔ مسجد اور مدرسہ میں اپنے ہاتھوں سے یہ جھاڑ دیتے، صفائی کرتے جب کوئی طالب علم یا عقیدت مند آگے بڑھتا تو فرماتے مجھے بھی اپنے مالک کی مزدوری کر لینے دو اور زبان سے یہ شعر گنگناتے رہتے

اٹھ فرید استیا جھاڑ دے مسیت

توں ستار بجاگد اتیری ڈاہڈے نال پریت

آپ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے اور اسی کی تلقین فرماتے۔ جانوروں پر خصوصی شفقت فرماتے اور تانگے پر سواری سے گریز فرماتے بلکہ کئی کئی میل تک پیدل چلنا پسند فرماتے۔ ہر کسی کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے اور نہایت توجہ سے مزاج پرسی فرماتے اور سالانہ عرس کے موقع پر مریدین میں خود لنگر تقسیم فرماتے اور سب سے آخر میں خود کھاتے۔ آپ سادگی پسند تھے، لباس، بودوباش اور رہائش میں سادگی کو ترجیح دیتے، سفید لباس استعمال کرتے اور شلوار قمیص شیروانی کے ساتھ دستار زیب سر فرماتے تھے۔ عالم پیری میں لٹھے کی سفید قمیص، سفید تہبند اور نقشبندی ٹوپی پیچ ترکی استعمال فرماتے۔ لباس میں سادگی مگر صفائی و طہارت کو ترجیح دیتے۔

معمولات

آپ روزانہ تہجد سے لے کر نماز فجر تک دس پارے تلاوت فرمایا کرتے۔ تیسرے روز قرآن پاک ختم کرتے اور نماز عشاء کے فوراً بعد آرام فرماتے۔ گرمی ہو یا سردی ہمیشہ رات کے ایک بجے بیدار ہو جاتے۔ روزانہ دس ہزار مرتبہ درود خضریٰ پڑھتے اور پچیس ہزار مرتبہ ذکر اسم ذات کرتے۔ روزانہ ختم خواجگان نقشبندیہ، ختم مجددیہ، ختم معصومیہ آپ کے اور ادو وظائف میں شامل تھے آپ ذکر خفی اور مراقبہ کا خصوصی انتظام فرماتے۔ آپ کی طبیعت میں جذبہ و شوق کا غلبہ رہتا۔ مریدین کی تربیت پر خاص زور دیتے امیروں کی دعوتیں بہت ہی کم قبول فرماتے، بازار اور ہوٹل کے کھانے قطعاً پسند نہ فرماتے۔ حقہ، سگریٹ اور پان تک سے بھی مکمل اجتناب فرماتے۔

غلبہ جذب و مستی

جب آپ پر عشق الہی کا غلبہ ہوا اور جذب و جنون کی کیفیت مستقل صورت اختیار کر گئی تو آپ آبادی چھوڑ کر جنگل کی طرف چلے جاتے اور تلاش کرنے پر کسی غار یا کسی درخت کی کھوہ میں مراقبہ نظر آتے، جب یہ کیفیات روز افزوں ہو گئیں تو آپ نے آبادیوں کو خیر آباد کہہ دیا اور جنگلوں اور سنسان بیابانوں کی راہ لی اور اسی حالت میں اٹھائیس (۲۸) برس گزر گئے، جنگلوں میں آپ کی غذا ذکر الہی اور درود خضریٰ تھا۔ کبھی درختوں کے پتے اور گھاس پر گزارہ ہوتا اور کبھی ہاتھ کی انگلیاں منہ میں رکھتے تو دودھ اور شہد کا مزہ پاتے۔ جہاں بیٹھ کر تلاوت یا ذکر کرتے تو جنگل کے جانور بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ جاتے، جن میں شیر، چیتا، اژدھا وغیرہ شامل تھے، اسی دوران آپ سے محیر العقول کرامات بھی صادر ہوتیں، جن میں اہل قبور سے ملاقاتیں اور مردوں کو زندہ کرنے کے عجیب و غریب واقعات رونما ہوتے۔

خلفاء

آپ نے جن خوش نصیب حضرات کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت و خلافت سے نوازا، ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں،

۱۔۔ حضرت میاں محمد یونس نقشبندی شریفور شریف

۲۔۔ جناب حاجی محمد شریف نقشبندی پرانی انارکلی لاہور

۳۔۔ مولانا محمد حسین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ

۴۔۔ صوفی محمد امیر خان نقشبندی گوجرانوالہ

(۵۔۔ راقم الحروف) محمد سعید احمد مجددی

وصال

آپ کا وصال ۲۲ نومبر ۱۹۷۴ء بروز جمعرات ہوا۔ عطاء محمد اسلامیہ ہائی سکول کے وسیع گراؤنڈ میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت باقی صفحہ 23 پر

عالمی ادارہ تنظیم الاسلام۔۔ لمحہ بہ لمحہ

علامہ محمد یاسین مجددی

سالانہ عرس پاک

شمس الہند حضرت خواجہ سید چمن شاہ نوری دائم الحضور

خواجہ خواجگان، شمس الہند حضرت پیر سید چمن شاہ نوری دائم الحضور رحمۃ اللہ علیہ کا دور حیات وہی زمانہ ہے جب مغلیہ سلطنت کے اقتدار کا سورج غروب ہو چکا تھا۔ آپ اٹھارہویں صدی کے اختتام پر (1789 تا 1790ء) امت مسلمہ کی رشد و ہدایت کیلئے اس کائنات میں تشریف لائے۔ یوں تو آپ سے پیشتر بھی اشراف سادات کے اس گھرانے میں نامور اولیاء کاملین کا وجود موجود رہا مگر مشائخ آلو مہار شریف کو جس وجود سے شہرت ملی وہ حضرت موصوف علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات ہی ہے۔ آپ بچپن ہی سے بلا کے ذہین، نہایت فطین، خاموش طبع اور تنہائی پسند تھے۔ ستارہ بلندی آپ کی لوح پیشانی پر بچپن ہی سے ہویدا تھا۔ آپ علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ کے بعد تلاش مرشد میں جو نکلے تو جہاں کسی اہل دل کا نام سنتے تو دیوانہ وار وہاں حاضر ہوتے۔ کافی تلاش کے بعد آپ نے پیر کامل، قدوۃ الکاملین خواجہ خواجگان حضرت محمد ہادی نامدار شاہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ چورہ شریف کے دست اقدس پر بیعت کی اور تھوڑے ہی عرصے میں قرب ولایت کی منزلوں پر فائز المرام ہو کر خلق خدا کی ہدایت پر مامور ہو گئے۔ آپ نے اپنے انفاس قدسیہ سے ہزاروں دلوں کو خدا آشنا بنا دیا اور اس دار فناء میں تقریباً ایک صدی زندگی گزار کے اور لاکھوں دلوں کی دھڑکن بن کر 1889ء یا 1890ء میں دار بقا کی طرف رخصت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حسب سابق امسال بھی آپ کا سالانہ عرس پاک مورخہ 21 اکتوبر 2009ء بروز بدھ آستانہ عالیہ آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا جس کی صدارت جانشین خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید مرتضیٰ امین شاہ مجددی سجادہ نشین آستانہ عالیہ آلو مہار شریف نے فرمائی جبکہ جانشین حضرت ابوالبلیان شیخ طریقت حضرت صاحبزادہ پیر محمد رفیق احمد مجددی مدظلہ بطور مہمان

خصوصی جلوہ افروز تھے۔

یہ تقریب سعید اسی تاریخی مسجد میں منعقد ہوئی جس کو خود حضرت پیر سید چمن شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ نے بنوایا تھا اور خود بھی اس کی تعمیر میں حصہ لیا تھا۔ نماز ظہر سے لے کر نماز عصر تک اس مختصر پروگرام میں تلاوت و نعت اور علماء کرام کے خطابات کے بعد آخر میں شجرہ شریف پڑھا گیا اور جانشین حضرت ابوالبلیان مدظلہ نے خصوصی دعا فرمائی اور حاضرین کو رخصت کیا۔

اس تمام تر پروگرام کی نگرانی جگر گوشہ خطیب الاسلام افتخار ملت حضرت صاحبزادہ سید افتخار الحسن شاہ مجددی مدظلہ نے فرمائی۔  
ماہانہ دروس قرآن مجید

عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کے زیر اہتمام جو باقاعدہ دروس قرآن مجید کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے اس سے ایک تو ہم اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہوئے عند اللہ سرخرو ہو رہے ہیں تو دوسری طرف عوام الناس کے اندر یہ مبارک پروگرام نہایت مقبول ہو رہا ہے اور عوام الناس کا اک جم غفیر ان دروس میں دلچسپی سے شرکت کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دروس قرآن کا یہ دائرہ دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے اور متعدد مقامات پر ان دروس کے پروگرام مستقل منعقد ہو رہے ہیں۔ ماہ اکتوبر میں جن مقامات پر یہ فریضہ تبلیغ ادا کیا گیا ان کا اجمالی تذکرہ نذر قارئین ہے۔

مورخہ بروز بمقام

اکتوبر جمعۃ المبارک جامع مسجد عائشہ کلانمیکس گارڈن شاہین آباد 2

اکتوبر اتوار جامع مسجد مدینہ زید بلاک پیپلز کالونی 4

اکتوبر سوموار جامع مسجد مدینہ نیو گلشن کالونی 5

اکتوبر بدھ جامع مسجد نور حیات محلہ فاروق گنج 7

اکتوبر جمعرات جامع مسجد غوثیہ قاضی کوٹ 8

اکتوبر جمعۃ المبارک جامع مسجد بہار مدینہ کوٹ شاہاں 9

اکتوبر جمعۃ المبارک جامع مسجد اللہ والی فرید ٹاؤن 9

اکتوبر سوموار جامعہ تنظیم الاسلام چک ریحان 12

اکتوبر جمعرات جامع مسجد نور مدینہ دھلے 15

اکتوبر جمعۃ المبارک جامع مسجد نورانی سول لائن 16

اکتوبر جمعۃ المبارک جامع مسجد شب بھر طارق آباد کھوکھر کی 16

اکتوبر ہفتہ جامع مسجد غوثیہ مرالی والا 17

اکتوبر سوموار جامع مسجد قباء دارالسلام منڈیالہ وڑائچ 19

اکتوبر سوموار جامع مسجد نوری محلہ منہاس پورہ گوندلانووالہ روڈ 19

اکتوبر منگل جامع مسجد گلزار مدینہ فضل ٹاؤن 20

اکتوبر جمعہ المبارک جامع مسجد غوث اعظم قلعہ چند 23

اکتوبر ہفتہ جامعہ تنظیم الاسلام محلہ چمن شاہ 24

اکتوبر ہفتہ جامع مسجد نور مدینہ بٹرانوالی 24

ان مقامات پر شیخ طریقت حضرت صاحبزادہ پیر محمد رفیق احمد مجددی امیر اعلیٰ ادارہ اور ادارہ کے فاضل علماء کرام علامہ سید خورشید احمد شاہ مجددی، علامہ سید علی عابد شاہ مشہدی، علامہ پروفیسر ابرار حسین ساقی، علامہ محمد بشارت علی مجددی، علامہ محمد نوید اقبال مجددی، علامہ پروفیسر حمید القادری، علامہ محمد انور سعید مجددی، علامہ قاری صغیر احمد مجددی، علامہ قاری محمد سجاد الحسن مجددی، علامہ ریاض احمد مجددی سلطانی، علامہ شبیر حسین نقشبندی، علامہ تنویر حسین مجددی، علامہ شہزادہ محمد عارف مجددی، علامہ نذیر حسین مجددی، علامہ محمد رمضان مجددی، علامہ محمد شہباز احمد مجددی اور راقم الحروف نے تبلیغ کے فرائض سرانجام دیئے اور ہزار ہا نفوس تک قرآن حکیم کی تعلیمات بہم پہنچائیں۔

والحمد للہ علی ذالک